9-5-2019

دورہ قرآن(2019)

پارہ نمبر17(اَقتَرَبَ)

قرآن مجید پڑھنے والوں کا جنت میں مقام

✷ ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قرآن قیامت کے دن اس آدمی کے روپ میں آئے گا جس کا رنگ اڑا ہوا ہو گا اور اپنے ساتھی سے پوچھے گا کیا تو مجھے پہچانتا ہے؟ پھر قرآن کہے گا میں وہی ہوں جو تجھے راتوں کو بیدار اور دوپہروں کو پیاسا رکھتا تھا(یعنی رات کو قیام کے لئے اور دن کو پڑھنے کے لئے)اور یقیناً ہر تاجر اپنی تجارت کے پیچھے ہوتا تھا(یعنی بزنس والے بزنس کی طرف دوڑ رہے ہوتے تھے)اور میں آج ہر تاجر کو چھوڑ کر تیرے لیے ہوں(یعنی وہ جو دنیا کے پیچھے دوڑ رہے تھے میں ان کے پیچھے نہیں جا رہا کیونکہ تو میرے پیچھے آتا تھا اس لیے آج میں تیرے پیچھے آیا ہوں)پھر اسکے دائیں ہاتھ میں بادشاہت اور بائیں ہاتھ میں ہیشگی دے دی جائے گی اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جائے گا اس کے والدین کو دو عمدہ پوشاکیں پہنائی جائیگی، وہ اس قدر بیش بہا قیمت کی ہوں گی(یعنی اتنی زیادہ قیمتی ہونگی کہ دنیا وما فیھا کی قیمت ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی)۔ وہ دونوں کہیں گے اے رب! یہ پوشاکیں ہمارے لئے کہاں سے؟ کہا جائے گا اپنے بیٹے کو قرآن سکھانے کی وجہ سے۔ صاحب قرآن کو روز قیامت کہا جائے گا کہ پڑھتا جا اور جنت کے درجے چڑھتا جا اور اسی طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھ جس طرح تو دنیا میں ٹھہر ٹھہر کر پڑھتا تھا پس تیرا مقام وہ ہو گا جہاں تیری آخری آیت ہو گی۔

تو اللہ تعالی سے دعا ہے کہ

وہ ہمارے بچوں کو بھی اس کی توفیق دے خود ہمیں بھی توفیق دے اور قرآن کی قدر و قیمت کو سمجھنے کی توفیق دے۔

کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ کوئی ایکسٹرا کام کر رہے ہیں وہ ایکسٹرا کام ختم کر لیں تو پھر مین اسٹریم میں آجائیں گے۔ یعنی قرآن کو ایک زائد یا فالتو کام نہیں سمجھنا چاہیئے اسکو اپنی جگہ ایک اہمیت دینی چاہیئے۔

سورت الانبیاء

❖ آیت 1

اشارہ ہے قرب قیامت کی طرف اور اس بات کی طرف کہ انسان کی موت قریب ہی ہے۔

یعنی جس سے انسان کو یہ پتا چل جائے گا کہ اب عمل کی مہلت ختم ہے اور اب حساب کا وقت ہے۔

جو شخص دنیا سے فوت ہو کر جاتا ہے اس کا قبر میں بھی ایک مختصر سا حساب ہوتا ہے اس سے سوال کیے جاتے ہیں من ربُّک ، ما دینُک ، من نبیُّک اور جب انسان قیامت کے دن اٹھے گا تو اس سے باقاعدہ حساب لیا جائے گا۔

وہ حساب کس بارے میں ہو گا؟

- کہ اس نے زندگی کن کاموں میں گزاری،
- جوانی کہاں گزاری
- اس نے مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا
- اور جو علم حاصل کیا اس پر عمل کتنا کیا۔

تو اس لیے ہم میں سے ہر ایک کو اپنے آخری وقت کی اور اپنے حساب کتاب کی فکر ہونی چاہیے۔

تو ہر انسان کی موت اس کی قیامت ہی ہوتی ہے۔

✷ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "نہ میں دنیا سے ہوں، نہ دنیا مجھ سے ہے" یہ تو وقتی طور پر جیسے ایک transit میں آئے ہیں، رکے ہیں اور پھر آگے جانا ہے۔

"بیشک مجھے اور قیامت کو اس طرح بھیجا گیا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش میں ہیں"۔

✷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا:

مجھے اور قیامت کو اِس انگلی اور اِس انگلی کی طرح بھیجا گیا ہے (یعنی آپ نے اپنی شہادت کی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی دونوں کو اکٹھا کر دیا۔ یعنی آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا بلکہ اب ہم قیامت کی طرف جا رہے ہیں)۔

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا کی existence میں جتنا وقت گذر چکا ہے اس کے مقابلے میں اب آئندہ بہت تھوڑا باقی رہ گیا ہے۔

✷ اُبَی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

جب رات کا تہائی حصہ گذر جاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوتے اور فرماتے: اے لوگوں! اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرو آگئی کانپنے والی، اس کے بعد زلزلے کا ایک اور جھٹکا آپڑے گا۔ آگئی موت اپنی سختیوں کے ساتھ۔

تو یہاں پر ہم دیکھتے ہیں کہ نبی ﷺ لوگوں کو رات کے آخری حصہ، جو بہت میٹھی نیند آنے کا وقت ہوتا ہے، تو اس وقت خبردار کر رہے ہیں کہ آگئی کانپنے والی (یعنی قیامت زلزلے کے ساتھ آئے گی) اور آگئی موت اپنی سختیوں کے ساتھ (یعنی بڑی قیامت تو بعد میں آئے گی لیکن چھوٹی قیامت جو موت ہے وہ بھی بہت قریب ہے اور موت کی اپنی سختیاں ہیں)۔

✷ نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ:

جنت تمھارے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے اور اس طرح آگ بھی۔

تو انسان جنت کے لئے کوشاں رہے۔

❖ آیت 2

یعنی اس میں کوئی غور و فکر نہیں کرتے اور اس کے مطابق عمل نہیں کرتے، آخرت کی کوئی تیاری نہیں کرتے، کوئی نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

❖ آیت 3

یعنی آخرت کی فکر کرنے کی بجائے یہ دنیا کے بارے میں فکر مند ہیں۔

یعنی نبی ﷺ کے بارے میں شکوک و شبہات لوگوں کے دلوں میں ڈالتے تھے اور non serious رویہ اختیار کرتے تھے۔ اور آپس میں ایک دوسرے سے مشورہ کر کے پروپیگنڈا پھر عام کرتے۔

❖ آیت 4

یعنی اس قسم کی سازشیں اور اس قسم کی سرگوشیاں اور افواہوں کی باتیں آپ تک بھی پہنچتیں۔

تسلی کس بات سے ہوتی؟

کہ میرا رب سن رہا ہے ان باتوں کو، وہ جانتا ہے وہ خود ان سے نبٹ لے گا۔

تو بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دین کی طرف بلانے والا جب لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہے آخرت کی یاد دلاتا ہے۔

تو لوگ یہ دیکھنے کے بجائے کہ یہ کہہ کیا رہا ہے؟ وہ یہ دیکھنے لگتے ہیں کہ یہ خود کون ہے؟ یہ کیا کرتا ہے؟ اور کوئی بھی انسان انسانوں کے معیار پر پورا نہیں اتر سکتا۔

آپ جو چاہیں کر لیں۔ تھوڑی سی تعریف کریں گے اور بہت ساری تنقید کریں گے۔

آپ نیکی کے رستے پر ہوں، آپ غلط کام کر رہے ہوں، آپ اچھا کر رہے ہوں، برا کر رہے ہوں۔ لوگ اس پر تبصرہ کرنے سے باز نہیں رہتے۔

تو اسی طرح پیغمبر علیہ السلام کے اوپر بھی وہ طرح طرح کے الزامات لگاتے تھے ہر روز ایک نیا الزام لے کر آتے۔

تو اس پر آپ کا طرز عمل کیا ہوتا؟

کہ میرے رب کو سب پتہ ہے میں کون ہوں؟ میری حقیقت کیا ہے؟ میں جو پیش کر رہا ہوں وہ کیا چیز ہے؟ اور جو اس کا نتیجہ ہے وہ کیا ہے؟ اور ان سب باتوں کو رب جانتا ہے اس لیے فکر کی بات نہیں۔

❖ آیت 5-6

بلکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ یہ قرآن کی آیات پراگندہ خواب ہے یہ رات کو خواب دیکھتے ہیں اور صبح اٹھ کے ہمیں سنانے لگتے ہیں آیتوں کی شکل میں۔ نعوذ باللہ۔ بلکہ یہ تو اسکی خود ساختہ چیز ہے۔ اس کو اللہ کا کلام نہیں مانتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گھڑی ہوئی بات سمجھتے ہیں۔

یعنی پچھلے لوگوں کو بھی معجزے دکھائے گئے وہ نہیں مانے تو یہ بھی ماننے والے نہیں۔

❖ آیت 7

یہ بڑا اہم ایک اصول دیا گیا ہے

فَسْـَٔلُوْٓا اَہْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

کہ جو بات انسان کو معلوم نہ ہو وہ علم والوں سے پوچھ لیا کریں۔ یعنی پوچھنے میں، جاننے میں اسکو کوئی حیا نہیں ہونی چاہیئے، کوئی جھجک نہیں ہونی چاہیئے خیر کی بات کا انسان کو حریص ہونا چاہئے اور جس چیز میں بھی شبہ ہو شک ہو عمل کے اعتبار سے کوئی کنفیوژن ہو کسی چیز کے کرنے کے اعتبار سے، انسان کو تکبر نہیں کرنا چاہیے حیا نہیں کرنی چاہیے اور جس کو صحیح بات معلوم ہو اس سے وہ بات معلوم کر لینی چاہیئے۔

فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ

اور یہاں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اگر تمھیں آپ کی رسالت کے بارے میں کوئی شک ہے؟

تو رسول کی نشانیاں کیا ہوتی ہے یہ جاننے والوں سے پوچھ لو تا کہ تمہارا یہ شک دور ہو جائے۔

❖ آیت 10

یعنی یہ قرآن جو ہے یہ تمہاری بات کرتا ہے۔ اس میں تمھارے متعلق گفتگو ہے۔ اس میں تمھارے اچھے اور برے اخلاق کا ذکر ہے۔ اس میں تمھارے اچھے اعمال کا ذکر ہے۔

اگر تم اسکو مضبوطی سے تھام لوگے اور جو کچھ اس میں ہے اس پر پوری طرح عمل پیرا ہو جاؤ گے تو اس میں تمھارا ہی شرف اور عزت ہے۔

ذکرکم کا مطلب

- شرف اور عزت۔
- اور ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ اس میں تمھارے ان دینی معاملات کا ذکر ہے جن کی تمھیں ضرورت ہوتی ہے اور اس میں ایسی چیزیں ہیں جن پر عمل کرنے میں تمھاری زندگی ہے اور تمھاری کامیابی ہے۔

تو اللہ کی کتاب بعض لوگوں کیلیئے عزت اور بلندی کا سبب بنتی ہے اور بعض لوگوں کیلیئے ذلت کا سبب۔

عامر بن واصلہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عامر بن حارث عمر رضی اللہ عنہ سے اصفان کے مقام پر ملے اور عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں مکہ کا عامل مقرر کیا ہوا تھا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تم جو یہاں آئے ہو تو مکہ والوں پر کس کو عامل یا گورنر بنا کر آئے ہو تو نافع نے کہا ابن ابزہ کو۔ انھوں نے کہا کہ ابن ابزہ کون ہے؟ کہنے لگے ہمارے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک غلام ہے۔

یعنی غلام ہے اور اب اتنے بڑے مرتبے تک پہنچ گیا۔

عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے ایک آزاد کردہ غلام کو اپنا جانشین بنا ڈالا۔ انھوں نے کہا کہ وہ اللہ عزوجل کی کتاب کو پڑھنے والا اور فرائض کا عالم ہے۔

✷ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ واقعی تمھارے نبی نے سچ فرمایا: بے شک اللہ اسی کتاب کے ذریعے بہت سے لوگوں کو اونچا کرتا ہے اور بُہتوں کو اس کے ذریعے نیچے گراتا ہے۔

یعنی اگر کوئی خالص نیت کے ساتھ اس کتاب کو پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کتاب کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتا ہے، اسکو بلند مقام عطا کرتا ہے اور اس کی دنیا بھی آسان ہو جاتی اور آخرت بھی۔

جب کوئی شخص اس کو دنیاوی مقاصد کے لئے پڑھتا ہے یا پھر خراب نیت کے ساتھ پڑھتا ہے تو وہ دنیا اور آخرت دونوں کا نقصان کرتا ہے۔

❖ آیت 11

اب پچھلی بستیوں کے انجام سے خبر دار کیا جارہاہے۔

یاد رکھیے

کہ یہ سورۃ الانبیاء ہے اور اس میں انبیاء کا ذکر کثرت کے ساتھ ہے یعنی سورت کے اندر جو content ہے وہ انبیاء سے متعلق ہے اور یہاں بھی جو بات کی جارہی ہے کہ جن بستیوں کے اندر بھیجے گئے تھے انبیاء ان کے ساتھ کیا بیتی اس کا ذکر کیا جارہاہے۔

❖ آیت 14

کہ دنیا کے پیچھے بھاگتے رہے۔

❖ آیت 15

جیسے کوڑے کا ڈھیر ہوتا ہے۔ ایسے ہی مرنے کے بعد ان کے جسموں کا ڈھیر تھا اور انکے اندر کوئی رمق باقی نہ رہی۔ کوئی شان و شوکت، کوئی دنیا کی لذت جسے وہ حاصل کرتے تھے وہ باقی نہ رہی ان کے لیے سب کچھ ختم ہو کر رہ گیا۔

اور یہ لفظ جو ہے نا بہت meaningful ہے جَعَلْنٰهُمْ حَصِيدًا خٰمِدِينَ

ہم نے انکو بجھے ہوئے ڈھیر کی طرح کر دیا۔

یعنی جیسے آگ جلانے کے بعد راکھ کا ایک ڈھیر ہو جاتا ہے اس طرح وہ ڈھیر بن کر رہ گئے جس کے اندر زندگی کی کوئی حرارت اور کوئی رمق نہ تھی۔

❖ آیت 16

کہ انسان ان چیزوں کو دیکھ کر انجوائے کرے، ان کو کام میں لائے اور پھر رب کو راضی نہ کرے.

❖ آیت 19

یعنی عبادت کر کے تھکتے نہیں۔

آج کل تھوڑی سی ایکسٹرا عبادت ہو رہی ہے تو ہم سب اپنا اپنا جائزہ لے سکتے ہیں

کہ ذرا سی رکعت اگر لمبی ہونے لگے

ذرا سا قیام کا وقت اگر لمبا ہونے لگے

ذرا سا قرآن کا وقت زیادہ ہونے لگے، اپنا جو ذاتی مطالعہ بھی کرتے ہیں تو ہم yon کرنے لگتے ہیں، تھک جاتے ہیں، ہلنے جلنے شروع ہو جاتے ہیں لیکن فرشتے ایسا نہیں کرتے وہ مستقل طور پر عبادت کرتے ہیں دم لیتے ہی نہیں۔

✷ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ سے پوچھا "کیا جو کچھ میں سن رہا ہوں تم سب بھی وہ سن رہے ہو؟" انھوں نے کہا کہ ہم تو کوئی چیز نہیں سن رہے۔

آپ نے فرمایا "بے شک میں تو آسمان کے چر چرِانے کی آواز سن رہا ہوں"

(یہ اس طرح ہوتا ہے جیسے اگر چارپائی پر زیادہ لوگ بیٹھ جائیں تو اسکی چولیں ہلنے لگتی ہیں تو آسمان کتنا بڑا ہے اور آسمان چرچرا رہا ہے بوجھ سے)

اور اس چرچرانے پر ملامت بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہاں تو ایک بالشت کے برابر بھی جگہ ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ یا قیام نہ کر رہا ہو۔ سبحان اللہ۔ پھر اللہ کو ہماری عبادتوں کی کیا ضرورت ہے؟

اور وہ تو جب اللہ کی عبادت کرتے ہیں تو پوری طرح یکسو ہو کر کرتے ہیں۔

ہم بعض اوقات کھڑے تو اللہ کے حضور ہوتے ہیں اور سوچ دنیا کے بارے میں رہے ہوتے ہیں۔

ہماری کیا عبادتیں، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے انسان کو سجدہ کروایا کہ یہ اپنے شوق سے عبادت کرے گا۔

تو اللہ تعالیٰ ہمیں عبادت کی توفیق دے اور اس سے محبت عطا کرے اور ہم اس کو اتنا معمولی نہ سمجھیں کہ ٹھیک ہے جو بھی ہو گیا سو ہو گیا جیسی بھی ہو گئی جتنی بھی ہو گئی خیر ہے۔ نہیں اس میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔

❖ آیت 20

وہ دن رات اسکی تسبیح کرتے ہیں اور رکتے ہی نہیں continuous, non stop تسبیح۔

ہم زیادہ سے زیادہ کتنی دیر ذکر کر لیتے ہیں۔ ہم نے ذکر شروع کیا ادھر بچے نے کچھ کیا اس کو سمجھانے میں لگے اسکے بعد خود بھی اپنا ذکر بھول گئے۔ کتنی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ہم کوئی چیز شروع کرتے ہیں اور پھر اس کو آدھے میں ہی چھوڑ دیتے ہیں پوری نہیں کرتے۔ یا تھوڑی دیر کے بعد تھک جاتے ہیں یا اور چیزوں میں لگ جاتے ہیں جو ہماری زیادہ دلپسند ہیں۔

اور اب تو ماشاءاللہ جب سے یہ اسمارٹ فونز آئے ہیں اس کے بعد ذکر کی جو مقدار ہے وہ لازماً کم ہوئی ہے۔ کیونکہ ہم ہر تھوڑی دیر بعد جا کر اس کو کھول کر بیٹھ جاتے ہیں کوئی میسج تو نہیں اور وہ جو ذکر کا سلسلہ ہوتا ہے وہ لازماً منقطع ہوتا ہے۔

تو اس لئے جب تک آپ اپنا ٹارگٹ پورا نہ کر لیں، ہر دن کا ایک ٹارگٹ سیٹ کریں کہ میں یہ اور یہ تسبیح کروں گی۔

درود شریف کی تسبیح کروں گی، استغفار کی کروں گی، آیت کریمہ کی کروں گی، یا حی یا قیوم برحمتک استغیث کی کروں گی، لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کی کروں گی اور اس کے علاوہ بھی یا ذالجلال والاکرام ، سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر

تو دن کے ٹارگٹ سیٹ کیا کریں۔

اور اس کے اوقات بھی اگر مقرر کر لیں تو اس وقت انسان automatically ان اذکار کی طرف آجاتا ہے۔

مثلاً

کھانا پکاتے ہوئے میں مستقل یہ ذکر کروں کوئی بھی ذکر مقرر کر لیں، صفائی کے وقت یہ کروں گی، فلاں وقت یہ کروں گی، بستر پر جا کر سونے سے پہلے یہ کروں گی۔

تو اس سے کیا ہو گا کہ ان شاءاللہ آپ کسی نہ کسی مقدار تو ضرور ذکر کر پائیں گے۔

لیکن اگر آپ نے ٹارگٹ نہیں سیٹ کیا، کوئی گول اپنا مقرر نہیں کیا تو پھر کیا ہو گا؟

پھر یہی ہو گا کہ لڑکھڑاتے رہیں گے کہ کبھی کیا، کبھی نہیں کیا، کبھی تھوڑا کیا تو کبھی زیادہ کیا۔

پھر جب پورے کر لیں اپنے ٹارگٹس کہ جیسے ڈرائیونگ کرتے ہوئے آپ نے اپنا ایک ٹارگٹ رکھا ہوا ہو تو وہ پورے کر لیں تو اس کے بعد اپنے فونز اٹھائیں۔ ہر وقت کوئی ایمر جنسی نہیں ہوتی کہ ہمیں ہر وقت ہی میسج چیک کرنا ہے۔

اب ادب آداب ہی بھول گئے ہیں کسی کی مجلس میں بیٹھے ہوئے ہوں، بچوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہوں، شوہر کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہوں دھیان ادھر ہی ہے۔

حیرت کی بات ہے جو سامنے والا ہے اسکی کوئی اہمیت نہیں صرف وہی بہت اہم ہے جو نظروں سے غائب ہے اور وہ جب نظروں میں آئیں گے تو وہ بھی بھول جائیں گے۔

تو اس لیے فون کے بھی اوقات مقرر کریں، اگر نماز کے اوقات بھی مقرر ہیں تو اس کے بھی اوقات مقرر کر لیں، ذکر کے بھی اوقات مقرر کریں تا کہ آپ اس زندگی سے کچھ فائدہ اٹھالیں کل حسرتیں نہ ہوں کہ ہم نے اس اتنا وقت اس میں لگا دیا۔

بچوں کیلئے تو ہم اسکرین ٹائم فکس کرتے ہیں اپنے آپ کو اس سے آزاد محسوس کرتے ہیں۔

❖ آیت 23

یعنی اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے بارے میں جو فیصلہ کرتا ہے مخلوق اس سے پوچھ نہیں سکتی۔

یارب تونے ہماری یہ تقدیر کیوں مقرر کی؟ اور اللہ اس مخلوق سے انکے عمل کے بارے میں ضرور پوچھے گا کیونکہ ساری مخلوق اللہ کی ملکیت ہے اللہ کی غلام ہے۔

❖ آیت 24

یعنی اللہ نے پہلے لوگوں کیلئے بھی ذکر بھیجا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے بھی۔

مگر ان میں سے اکثر لوگ حق بات کو نہیں جانتے لہذا وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔

❖ آیت 25

یعنی ساری مخلوق اللہ کی تابعدار ہے۔

❖ آیت 30

آسمان اور زمین آپس میں گڈ مڈ تھے۔

فَفَتَقۡنٰهُمَا ؕ پھر ہم نے ان کو الگ الگ کیا۔

اور اب سائنس کا بھی نظریہ کیا ہے؟

(بگ بینگ Big Bang) کے ذریعے وہ بڑا گولا جو ہے وہ مختلف حصوں میں پھٹ گیا۔

اور ہر جاندار چیز کو پانی سے زندگی بخشی۔

یہ دو باتیں ایسی ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دریافت نہیں ہوئی تھیں لیکن وحی کے ذریعے آپ کو بتائی گئیں۔

اور جہاں تک ہر جاندار چیز کو پانی سے پیدا کیا گیا۔

✷ اس کے بارے میں ایک حدیث میں آتا ہے ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو میرا دل ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور آنکھوں کو قرار آجاتا ہے پس آپ مجھے ہر چیز کی اصل بتائیے؟ تو آپ نے فرمایا: ہر چیز پانی سے پیدا کی گئی ہے۔

ہر چیز ابتدا میں پانی تھی اور پھر بعد میں وہ ٹھوس، مائع اور گیس میں تقسیم ہو گئی۔

❖ آیت 31

یعنی زمین کو جمانے کرنے کے لیے پہاڑوں کا وزن رکھ دیا۔

اگر یہ نیچرل ہائیویز نہ ہوتیں تو لوگ ایک علاقے سے دوسرے علاقے تک جانے میں بہت مشقت پاتے۔

❖ آیت 32

تو یاد رکھیے

اللہ کی نشانیوں کی طرف توجہ کرنا غور و فکر کرنا یہ بھی عبادت ہے اور یہ بھی ہمارے لئے لازم ہے۔

جس طرح قرآن کی آیات کو پڑھنا ضروری ہے اسی طرح کائنات کی آیات کو اسٹڈی کرنا بھی ضروری اور ان علوم کو حاصل کرنا بھی ضروری ہے جس سے یہ کام آسان ہو اور ایسے علوم کو عبادت کی نیت سے حاصل کرنا چاہیے تاکہ وہ مشکل کام آسان ہو جائے۔

اور انسان یہ نہ سوچے کہ میرا وقت ضائع ہو رہا ہے۔

ورنہ بہت سے بچے جو قرآن حفظ کر کے دین کا علم حاصل کر کے یونیورسٹی جاتے ہیں تو اتنا مزہ نہیں آتا ٹف لائف ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارا وقت ضائع ہو رہا ہے، ہمارا دل نہیں لگ رہا۔

تو ان کو یہی نصیحت کریں کہ یہ علوم پڑھنا بھی اس نیت کے ساتھ کہ اللہ تعالی کی تخلیق کے بارے میں ہمیں گہرائی عطا کرتے ہیں یہ بھی سراسر عبادت ہے۔

❖ آیت 34

ہمیشہ کے لئے تو کوئی بھی اس دنیا میں نہیں آیا۔

یاد رکھیے

کہ انبیاء کو بھی دنیا سے جانا ہوتا ہے وہ بھی فوت ہوتے ہیں۔

✷ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل میرے پاس آئے اور کہا اے محمد ﷺ جیسے چاہو زندگی گزارو بالآخر مرنا تو ہے، جس کو چاہو اپنا محبوب بنالو یقینا تمہیں بالآخر ان سے جدا تو ہونا ہے۔

یعنی اس دنیا میں انسان جیسی چاہے زندگی بسر کرے مرنا تو ہے۔

جتنا چاہیں دنیا کا سامان اکٹھا کر لیں۔ آرائشوں اور آسائشوں کے سامان اور زینت کے سامان اکٹھا کر لیں دنیا میں ا،ور جس جس چیز کی چاہے محبت اختیار کر لیں لیکن ایک دن یہ سب چھوڑ کر جانا ہے۔

یاد رکھیے

کہ جس انسان کے پاس جتنا زیادہ ہوتا ہے اس کو اتنی تکلیف زیادہ ہوتی ہے دنیا کو چھوڑنے کی۔

اس لیے آپ نے اپنے خاندان میں اور دیگر لوگوں سے بزرگ خواتین کے قصے سنے ہوں گے کہ جب میری ساس فوت ہوئیں تو ان کے پاس بس دو جوڑے کپڑے تھے اور ایک چھوٹا سا باکس تھا یہ چند گنی چنی چیزیں تھے ان کے پاس۔

تو خوش قسمت ہوتے ہیں

ایسے لوگ جو اپنی ذمہ داریاں ادا کر کے جو اللہ نے ان کو زندگی میں دیا۔ اپنے ہاتھوں سے تقسیم کر کے صدقہ خیرات کر کے اور مختصر سی زندگی رکھتے ہیں آخر میں ،یعنی یہ نہیں کہ جوانی میں بہت کچھ اکٹھا کرنا چاہیے۔

ضرورت کم ہو تو انسان کا وقت بچتا ہے۔ جب ضرورت سے زیادہ کوئی بھی چیز ہو جاتی ہے تو انسان کے اوپر بوجھ ہو جاتی ہے۔

جیسے ضرورت کی انرجی تو ہمیں چاہیئے لیکن ضرورت سے زیادہ کی انرجی فیٹ میں تبدیل ہو کر انسان کا وزن بڑھا دیتی ہے تو چلنا پھرنا ہی دوبھر ہو جاتا ہے۔

تو اسی طرح ضرورت سے زیادہ مال و متاع جو ہے وہ انسان کے لئے وبال جان بن جاتا ہے اور جتنا کم ہوتا ہے جتنا مختصر ہوتا ہے اس کا حساب بھی آسان اور اس کے ساتھ دنیا سے انسان آسانی سے رخصت ہوتا ہے۔

اس کو پچھتاوے نہیں ہوتے اور اس کو ان چیزوں کی یادیں نہیں ستاتیں کہ ہائے یہ چیز بھی ہے اور وہ چیز بھی ہے۔

اور اسی طرح یہ بھی ہے کہ انسان انسانوں سے چاہے اپنی اولاد ہو،والدین ہوں ان سے ایک فطری محبت کرتا ہے لیکن وہ فطری محبت بھی حد سے آگے نہیں بڑھنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ انسان کیلئے خود اپنے لئے نقصان دہ ہو جاتی ہے جو انسان اللہ کو سب سے بڑا محبوب بناتا ہے

(وَٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَشَدُّ حُبًّا لِّلَّهِۗ) پھر وہ اس محبت کی تکلیف سے باہر نکل آتا ہے وہ اولاد سے محبت رکھتا ہے ان کی خیر خواہی کرتا ہے اور انکے ساتھ جذباتی لگاؤ رکھتا ہے لیکن اتنا نہیں کہ ان کی جدائی انسان کو انتہائی غمگین کر دے۔

تو دنیا سے جاتے ہوئے، مرتے وقت دل ہلکا ہونا چاہیے۔

دنیا چھوڑنے کا بہت بڑا صدمہ نہیں ہونا چاہیے.

یہ حسرتیں نہیں ہونی چاہیئے کہ اف میری فلاں چیز کا کیا بنے گا اور فلاں بچے کا کیا ہو گا؟ اللہ ہے نا، ان سب چیزوں کو اللہ کے سپرد کر دینا چاہیئے۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ سارے خیالات مرتے وقت اچانک ہی کہیں سے الہام ہو جائیں گے.

یہ ابھی سے آپ کو عملی طور پر کرنا ہو گا۔۔ یہ چیزیں اپنی سوچ کا حصہ بنانی ہوں گی کس طرح انسان پریکٹلی طور پر ان چیزوں سے تھوڑاdistanceہوتا ہے؟

جب انسان اپنی عبادت پر فوکس کرتا ہے، اس وقت ان چیزوں سے الگ ہوتا ہے۔

جب انسان انسانوں کی بھلائی کیلئے کچھ کام کرتا ہے تو اس وقت ان چیزوں سے کچھ الگ ہوتا ہے۔ لیکن اگر انسان اللہ کے دین کے لیے وقت نہیں نکالتا عبادت کے لئے وقت نہیں نکالتا اور صرف انہی چیزوں میں کھویا رہتا ہے تو پھر یہ چیزیں وبال جان بن جاتی ہیں۔

یہ انسان کیلئے بہت بڑا صدمہ بن جاتی ہیں۔

جیسا کہ پہلے بھی میں نے عرض کیا تھا کہ موت کے وقت انسان کے دل کی جو کیفیت ہو گی وہ موت کے بعد بھی پھر بر قرار رہے گی۔

تو اس لیے بڑا ضروری ہے نفس مطمئنہ حاصل ہو اور نفس مطمئنہ زیادہ مال و دولت اور اولاد سے حاصل نہیں ہو تا وہ نیک کام کر کے ہو تا ہے اور خصوصاً مال اور اولاد کو نیکی کے راستے پر لگانے سے حاصل ہو تا ہے تو اس چیز کے لیے انسان کو محنت اور کوشش کرنی چاہیئے تا کہ دنیا سے واپسی آسان ہو جائے۔

❖ آیت 35

یعنی انسان کے اوپر فقر و دولت، صحت و بیماری اور اسی طرح دنیا کی دیگر چیزوں کا up & down ہونا یہ دراصل یہ کیا ہے ایک آزمائش ہے۔

کیا آزمائش ہے؟

کہ تکلیف پر انسان صبر کرتا ہے یا نہیں اور خیر و بھلائی ملنے پر شکر ادا کرتا ہے یا نہیں۔

ابن زید کہتے ہیں کہ ہم ان کی آزمائش ایسی چیزوں کے ساتھ بھی کرتے ہیں جنھیں وہ پسند کرتے ہیں اور ایسی چیزوں کے ساتھ بھی کرتے ہیں جنھیں وہ پسند نہیں کرتے تا کہ ہم دیکھیں جو کام انھیں پسند ہے ان میں وہ شکر کتنا ادا کرتے ہیں ان میں وہ اللہ سے کتنے راضی ہیں، اللہ کیلئے وقت کتنا نکالتے ہیں جیسے پیچھے مال اور اولاد وغیرہ کی بات ہو رہی تھی تو اگر ان سے محبت ہے تو پھر ان کو پا کر شکر کتنا ادا کرتے ہیں۔

اور شکر صرف زبان سے نہیں ہو تا دل سے ہو تا ہے اور عمل سے ہو تا ہے اور عملی شکر کیا ہے کہ انسان اپنے مال اور اولاد سے اپنی یا ان کی آخرت بنانے کی کتنی فکر کرتے ہیں اور جو کام انھیں ناپسند ہیں ان پر وہ صبر کیسے کرتے ہیں۔

یہ ہے انسان کا امتحان۔

❖ آیت 36

کیونکہ نبی ﷺ نے تمام معبودوں اور بتوں کی عبادت کی نفی کی تھی تو یہ بات مشرکین مکہ پر بڑا بھاری تھی۔ کہ جن کو ہم اپنی جان سے عزیز رکھتے ہیں آپ نے ان کو کوئی مقام ہی نہیں دیا۔

تو اس پر فرمایا:

کہ اصل مقام کس کا تھا؟ اصل قدر کس کی کی جانی چاہیئے تھی؟

اللہ رب العزت کی! انھوں نے اللہ کی قدر گھٹادی اس کی انھیں فکر نہیں اور جو معبودوں کی نفی کی گئی ہے اس پر یہ بہت پریشان ہیں۔

❖ آیت 37

انسان جلد باز مخلوق ہے اسی لئے anxiety (تشویش، پریشانی) میں ہو تا ہے۔ یہ anxiety (پریشانی، فکر) اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ یہ کام جلدی ہو جائے، یہ کیوں نہیں ہو رہا، یہ کب ہو گا؟ تو جب ہو گا تو کیا ہو گا؟ وہ جو وقت آئے گا تو پھر کیا ہو گا یعنی حال میں تو ہم رہتے ہی نہیں ہیں ہم مستقبل میں رہتے ہیں۔

دیکھئے

آج جو حال ہے یہ کبھی فیوچر تھا۔ اس دن کیلئے ہم پریشان تھے کہ پتہ نہیں کیا ہو گا دورہ قرآن ہو گا تو 2 گھنٹے کیسے زمین پر بیٹھوں گی، تو ہو ہی گیا۔

توجب بھی ایسی anxiety ہو تو معاملات اللہ کے سپرد کر دیں۔

دو کام کیا کریں۔

- ایک یہ کہ اللہ اس کام میں میرے لئے آسانی کر دے، میری فکر دور کر دے،
- اور میرا یہ کام تیرے سپرد ہے تونے کرنا ہے تو انسان کا بوجھ ہٹ جائے گا اسکی anxiety دور ہو جائے گی۔

آسان دوا یہ ہے کہ صرف ہم اپنے ذہن کو بدلیں اپنی سوچ کو بدلیں۔

میرے بچوں کا کیا ہو گا، ان کی شادی کا کیا ہو گا پتہ نہیں کس سے شادی ہو گی پتہ نہیں بچے ہوں گے یا نہیں ہوں گے۔ ابھی یہ سب کچھ exist ہی نہیں کرتا تو یہ جو خوف اور مستقبل کی پریشانی ہے نا اس پر ہر وقت فکر مند رہنا یہ انسان کے عجلت پسند ہونے کی وجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

سَأُوْرِيكُمْ ءَايَٰتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ

میں تمھیں اپنی نشانیاں دکھلاؤں گا تو تم جلدی نہ کرو۔

اب یہ دونوں طرف سے ہے۔

مسلمان کیا چاہتے تھے کہ جلدی سے کوئی معجزہ نظر آئے تاکہ بات سچی ثابت ہو جائے.

اور جو دوسرے تھے وہ بھی یہ کہتے تھے نشانی کیوں نہیں آتی کہ پتہ چلے کہ وہ عذاب

کیا ہے تو وہ عذاب کو جلدی مانگتے تھے

اس آیت سے یہ بات بھی پتہ چلتی ہے کہ انسان اگرچہ جلد باز مخلوق ہے

خُلِقَ ٱلْإِنسَٰنُ مِنْ عَجَلٍۚ

وَكَانَ ٱلْإِنسَٰنُ عَجُولًا

عجول تو ہے عجول کا مطلب بہت جلد بازی کرنے والا، ہر چیز وہ جلدی چاہتا ہے.

لیکن اس کے باوجود اس جلد بازی کو کنٹرول کرنا ممکن ہے.

کیونکہ آگے فرمایا"۔ فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ جلدی نہ کرو"

اور عملی طور پر بھی آپ دیکھتے ہیں کہ

بعض لوگ بڑے سے بڑے معاملے میں بھی بڑے ریلیکس ہوتے ہیں اور جب ان سے کہتے ہیں کہ کب ہو گا تو وہ کہتے ہیں ہو جائے گا فکر کی کیا بات ہے؟

تو ایسے لوگ کتنے آرام کا باعث ہوتے ہیں کہ جو آپ کی جلد بازی میں آپ کو تسلی دیتے ہوں۔

وقتی طور پر تو یہ لگتا ہے کہ جیسے یہ دشمن ہیں ہمارے اور ہمارا غم نہیں سمجھ رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ ہمیں کمفرٹ کر رہے ہوتے ہیں۔

تو بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کسی ایسے کام کا مکلف ہی نہیں قرار دیا جو وہ کر نہیں سکتا تو پھر جلد بازی بھی نہیں ہونی چاہیئے۔

اصل میں انسان کی فطرت میں خواہشات کی محبت ہے اور انسان کیا چاہتا ہے کہ اس کی خواہشات جلد پوری ہو جائیں۔

لیکن دوسری طرف انسان کو تحمل مزاجی بھی عطا کی گئی ہے۔

✷ جس طرح کہ وفد عبد القیس میں جو ان کے لیڈر تھے منذر الاشج تو جب ان کا وفد مدینہ آیا تو وہ کہتے ہیں:

کہ جب ہم مدینہ پہنچے تو لوگ اپنے اونٹوں سے جلدی جلدی اترے اور نبی ﷺ کے ہاتھوں اور پیروں کو چومنے لگے۔ اور جو ان کے لیڈر تھے وہ انتظار میں رہے یہاں تک کہ وہ اپنے سامان کے پاس آئے اور دو کپڑے نکال کر پہنے صاف ستھرے ہوئے، تیار ہوئے پھر نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوئے آپ نے ان سے فرمایا بے شک تم میں 2 خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ کو محبوب ہیں ایک بردباری اور دوسرے وقار اور متانت۔

کیونکہ بعض اوقات جلد بازی میں ہم وقار بھی ہاتھ سے گنوا دیتے ہیں یعنی اپنی عزت کا بھی کوئی خیال نہیں رکھتے۔

انھوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا یہ جو دونوں خصلتیں جو مجھ میں ہیں کیا میں نے انکو اختیار کیا یا اللہ نے مجھ میں پیدائشی رکھی ہیں؟

تو فرمایا: بَلِ اللَّهُ جَبَلَكَ عَلَيْهِمَا بلکہ اللہ نے تمھاری جبلت میں یہ رکھ دی ہیں اس پر انھوں نے کہا

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَبَلَنِي عَلَى خَلَّتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ .

اللہ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے ایسی دو خصلتوں کے ساتھ پیدا کیا جن دونوں کو اللہ اور اسکے رسول پسند فرماتے ہیں۔

اب اس میں آپ دیکھئے کہ

آپ نے ان لوگوں کی نسبت ان کی تعریف کی جو آرام سے آئے۔

بعض اوقات ہم سمجھتے ہیں کہ ہم پہلے چھلانگ لگا کر پہنچیں گے تو شاید ہم دوسرے کی آنکھوں کا تارہ بن جائیں گے اور اس میں ہڑبونگ مچا دیتے ہیں، لائن توڑ دیتے ہیں، دھکم پیل کرتے ہیں جیسے حجر اسود کے پاس ہو رہی ہوتی ہے لیکن کچھ لوگوں کو آپ دیکھیں کہ وہ صبر سے کھڑے ہوتے ہیں جائزہ لے رہے ہوتے ہیں کہ کہاں سے تھوڑا سا موقع ملے گا تو اندر جائیں گے۔ کسی کو بھی اذیت نہیں دیتے۔

آپ دیکھیں احرام کا تو مطلب ہی کیا کہ آپ Fully in peace ہیں تو ہر چیز آپ کے آس پاس میں بھی امن میں ہے لیکن اسی احرام کی حالت میں جب آپ انسانوں کو ذلیل کرتے ہیں اور ان کو تکلیف دیتے ہیں تو پھر اسکا اصل مقصد ہی ختم ہو جاتا ہے۔

لگتا ہے کہ یہ حجر اسود کا بوسہ بھی ایک امتحان ہے ایک آزمائش ہے ہمارے لئے کہ ایک طرف دل بہت چاہتا ہے اور دوسری طرف اس کے کرنے میں جو رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں یا تو انسان کو لوٹا دیتی ہیں یا پھر صبر سے انتظار کرواتی ہیں۔

تو یاد رکھیے کہ

انسان جلد باز ہے۔ کچھ کے اندر تحمل رکھ دیا گیا ہے کچھ کو adopt کرنا پڑتا ہے اس کو اپنے اندر لانا پڑتا ہے۔

❖ آیت 38-39

آپ دیکھیے کہ

جیسے توے کے اوپر پراٹھا ہوتا ہے تو جب آپ ہاتھ سے اٹھاتے ہیں چمٹے سے نہیں اٹھائیں تو لمحوں کا جو انٹر ایکشن ہوتا ہے وہ کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ لمحوں کا۔

اس وقت سوچا کریں کیا مجھ میں اتنی سکت ہے کہ میں آگ پر کھڑی ہو جاؤں، اس توے پر اپنے پاؤں رکھ دوں استغفر اللہ سوچ بھی نہیں سکتے، سوچ بھی نہیں سکتے تو پھر میں کیوں نہ ان کاموں کو چھوڑ دوں جن پر میرا رب ناراض ہے۔ جو اس کو پسند نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اپنے آپ کو جسٹیفائی کر کے غلط کام کرتی رہوں کہ سب ٹھیک ہے اور وہ اللہ کی نظر میں ٹھیک نہ ہو اور اس پر پکڑ ہو۔

کیونکہ جن چیزوں کو انسان غلط سمجھتا ہے تو ان پر توبہ یا معافی بھی کرتا ہے اور جن چیزوں پر انسان جسٹیفائی کر لیتا ہے تو اس پر استغفار بھی نہیں کرتا۔

❖ آیت 42

یہاں رات کا ذکر پہلے کیا گیا ہے کیونکہ دن کے آغاز میں تخلیق میں پہلے رات تھی پھر اس سے دن نکلا ہے۔

اور یہاں خاص طور پر اس لیے کہ رات خوف اور ڈر کا وقت ہوتا ہے اور اندھیرے میں انسان بعض اوقات تکلیف اٹھا جاتے ہیں۔

❖ آیت 44

بات یہ ہے کہ خوشحالی کا لمبا عرصہ سکون و اطمینان کا، بعض اوقات انسان کو دھوکے میں ڈال دیتا ہے۔

انسان سمجھتا ہے کہ سب اچھا ہی ہے کوئی تکلیف نہیں آئی، لمبی عمر ہے، صحت والی عمر ہے تو انسان دھوکے میں پڑ جاتا ہے کہ کبھی نعمت زائل نہیں ہو گی اور وہ اللہ کی اطاعت کی طرف رغبت نہیں کرتے اتنے میں یکایک کوئی بیماری آجاتی ہے۔

تو 2 طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔

ایک یہ کہ وہ انتہائی مایوس ہو جاتے ہیں، انتہائی اکھڑ۔ پچھلے دنوں کسی نے ذکر کیا کہ میرے شوہر جو ہیں ہماری 40 یا 50 سال کی رفاقت ہے اور انتہائی بہترین شوہر ثابت ہوئے اور انھوں نے کبھی بھی کوئی غلط کام نہیں کیا بظاہر لیکن اچانک انکا کینسر ڈائیگنوس ہوا ہے اور وہ بالکل الٹ گئے ہیں یعنی اس قدر irritated, agitated اور کسی چیز پر راضی نہیں اور قبول ہی نہیں کر رہے کہ میرے ساتھ یہ ہو کیوں گیا۔ تو وہ سارا کچھ بدل کر رہ گیا۔

تو بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خوشحالی، آرام اور صحت کی حالت میں انسان اچھا ہوتا ہے لیکن جوں ہی تکلیف آتی ہے تو اس سے صبر کا دامن چھوٹ جاتا ہے۔

تو انسان ہمیشہ یاد رکھے

کہ ہر نعمت کو اور ہر سہولت کو یہ سمجھ کر کہ یہ شاید آخری دن ہو شاید آخری وقت ہو اس کو اللہ کی اطاعت میں صرف کرے۔

❖ آیت 47

تو یاد رکھیے کہ جن نیکیوں کو ہم معمولی سمجھتے ہیں بہت آسان سمجھتے ہیں ان کا بھی وزن ہو گا۔

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پانچ چیزیں کیا ہی خوب ہیں اور میزان عمل میں کتنی بھاری ہیں۔

لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر، سبحان اللہ، الحمد للہ اور وہ نیک اولاد جو فوت ہو جائے اور اس کے ماں باپ اجر کی نیت سے اس پر صبر کریں۔

یعنی بعض اوقات انسان اپنی اولاد کی بڑی اچھی تربیت کرتا ہے بڑا قابل بناتا ہے اس کو لیکن انسان جب بڑھاپے میں پہنچتا ہے تو بچہ فوت ہو جاتا ہے، جوانی میں فوت ہو جاتا ہے تو انسان کہتا ہے کہ میرے جانے کے دن تھے بچہ چلا گیا۔

میرے لئے کون دعائیں کرے گا اور میرے لئے کون صدقہ جاریہ ہو گا؟

تو یہاں یہ بتایا گیا کہ اگر اولاد پہلے بھی چلی جاتی ہے اور آپ اس پر صبر کرتے ہیں تو یہ بھی بہت بڑے اجر کا باعث ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی بھی حال میں انسان کو محروم نہیں رکھتا۔

پھر اسی طرح یہ ہے کہ ہر چیز میزان میں تولی جائے گی۔

✷ نبی ﷺ نے فرمایا: "جس شخص نے اللہ پر ایمان کے ساتھ اور اس کے وعدہ ثواب کو جانتے ہوئے اس کی راہ میں گھوڑا وقف کیا تو اس گھوڑے کا جی بھر کے کھانا، پینا اسکا پیشاب، اس کی لید سب قیامت کے دن اس کے ترازو میں ہو گا"۔

یعنی آپ اللہ کی راہ میں اگر کوئی چیز دیتے ہیں تو اس چیز کا بھی وزن ہو گا۔ یعنی گھوڑا جو کچھ کھاتا ہے وہ کھانے کا بھی وزن ہے، جو نکالتا ہے اس کا بھی وزن ہے اور خود اس گھوڑے کا بھی وزن ہے اور وہ جو کچھ کرے گا یعنی اللہ کے راستے میں جیسے جیسے اس کو استعمال کیا جائے گا وہ اسکے لئے اجر و ثواب کا ہی باعث ہو گا۔

اس لیے آپ دیکھئے کہ

صدقہ جاریہ کے کاموں میں لگانا بہت بڑی نیکی کا کام ہے۔ یہاں تو گھوڑا تیار کرنے کی بات ہے۔

آپ کسی انسان کو تیار کرتے ہیں، آپ اس کو پڑھاتے ہیں لکھاتے ہیں یعنی فی سبیل اللہ اپنی اولاد کو لگاتے ہیں کسی قسم کی دنیا کا فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ ان کو دین کیلئے وقف کرتے ہیں تو جو آپ نے ان پر مال لگایا، جو انھوں نے عمل کیے اور جو انکے آگے صدقہ جاریہ بنے۔ وہ سارا آپ کے میزان میں آئے گا مثلاً

یہی ایک بلڈنگ ہے مثال کے طور پر جس میں آپ بیٹھے ہیں یہ پنکھے جو چل رہے ہیں یہ جو لائٹس استعمال ہو رہی ہیں یہ جن لوگوں کا بھی اس میں حصہ جائے گا وہ ان کے لئے صدقہ جاریہ بنے گا یہ ساری چیزیں بھی بیچ میں تولی جائیں گی۔

یعنی میزان میں اعمال بھی تولے جائیں گے اور اعمال جو ہیں وہ مختلف شکلوں کی صورت میں آئیں گے اور خود انسان بھی تولے جائیں گے۔

✷ اور اسی لئے ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک کافر جو دنیا میں بہت موٹا تازہ ہو گا قیامت کے دن میزان میں اس کا وزن مچھر کے پر برابر بھی نہیں ہو گا لیکن حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جن کی پنڈلیاں بہت پتلی تھیں کہ تیز ہوا بھی چلتی تو وہ ہلنے لگتے تھے تو لوگ ان کے اوپر حیران ہوتے تھے کہ آپ فرماتے کہ یہ پنڈلیاں میزان میں احد پہاڑ سے بھی زیادہ وزنی ہیں۔

تو انسان جو کچھ بھی اللہ کے راستے میں وقف کرتا ہے ایک ٹیبل ہی، ایک چیئر ہی، کوئی بھی چیز جو دیتا ہے تو یہ سارا کچھ اس انسان کیلئے ایک جاری صدقہ بن جاتا ہے اور اس کے ساتھ اس کے میزان میں ان چیزوں سے جتنی جتنی خیر نکلی وہ سب تولی جاتی ہے۔

پھر اسی طرح شہادتین کا بھی وزن ہے۔

یعنیاَشھَدُ اَن لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ وَ اَشھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبدُہُ وَ رَسُوُلُہُ

جب آپ کہتے ہیں تو یہ بھی میزان میں رکھے جائیں گے اور میزان کا پلڑا جھک جائے گا ان کلمات کی بھی اتنی زیادہ قیمت ہے۔

- **آیت48** یعنی تورات

- **آیت50**

یہ قرآن ذکر مبارک ہے۔ یہ ذکر جو آپ سن رہے ہیں یہ برکت والا ہے۔

برکت کا مطلب ہوتا ہے کہ کسی چیز میں اضافہ ہونا اور اس کا قائم رہ جانا یعنی نمو بھی اور ثبات بھی۔

تو قرآن کے ذریعے جو علم حاصل کرتے ہیں ہم اس پر جب ہم عمل کرتے ہیں تو کیا ہوتا ہے؟

نیکیاں multiply ہوتی ہیں زیادہ سے زیادہ بڑھتی چلی جاتی ہیں.

جیسے ابھی میں نے صدقہ جاریہ کی بات کی ایک ریمائینڈر یاد دہانی ہو گئی۔

دیکھئے جو حدیث کے ساتھ ملا کر ہم نے بات سنی تو وہ زیادہ سمجھ آئی کہ کیا کچھ نہیں تولا جائے گا اور کتنا بڑھ جائے گا وہ۔

تو اس میں آپ دیکھئے کہ یہ سب باتیں کہاں سے پتہ چلتی ہیں؟

یہ قرآن سے پتہ چلتی ہیں اور قرآن کی وضاحت جو نبی ﷺ نے کی اس سے پتہ چلتی ہیں۔

تو ایسی مجالس بھی بابرکت، ایسا کلام بھی بابرکت، اس کا ذکر بھی بابرکت اور پھر ان نیکیوں کی وجہ سے انسان کے اپنے اندر تبدیلی آتی ہے یعنی صدقہ صرف دوسروں کو فائدہ نہیں دیتا اس کا اجر آپ کو دنیا میں بھی ملتا ہے۔ آپ کے اندر کی تنگی اور سینے کی گھٹن دور ہوتی ہے۔

اور پھر یہ کہ اس کے ساتھ ساتھ جو خیر آگے پھیلتی ہے اس خیر میں بھی آپ کا حصہ ہوتا ہے۔

مثلاً آپ نے کسی ڈاکٹر بننے والے بچے کی فیس ادا کر دی ہو سکتا ہے کہ کسی وقت آپ بیمار ہوں اور وہی آپ کے علاج کیلئے کھڑا ہو اور ایسے کئی واقعات سنے بھی گئے ہیں۔

آپ نے کسی حفظ کرنے والے بچے کو تیار کر دیا تو ہو سکتا ہے کہ کل جب آپ مر جائیں تو وہی آپ کا جنازہ پڑھانے والا ہو۔

یعنی you never know کہ آپ کی نیکی دنیا میں کس طرح واپس آپ ہی کے کام آنے والی ہے۔

- **آیت53**

آپ دیکھ رہے ہیں ہمیشہ جہاں بتوں کی عبادت کی دلیل پوچھی جاتی ہے تو ایک ہی ہوتی ہے ہر قوم میں وہ کیا؟

کہ ہمیں نہیں پتہ ہمارے باپ دادا یہ کرتے تھے ہم انکی عزت کرتے ہیں اس لیے ہم ان کے ٹریڈیشن (رسم و رواج) کو لے کر چل رہے ہیں حالانکہ یہ کوئی دلیل نہیں۔

- **آیت64**

غلطی تو ہماری ہی ہے یہ بت تو کچھ نہیں کرتے، بولتے، سنتے۔

❖ آیت 65

یعنی تھوڑی دیر کیلئے روشنی ہوئی۔ یہ تو تمہیں معلوم ہی ہے کہ یہ بت بولتے نہیں اپنی عاجزی اور غلطی کا اعتراف کیا۔

❖ آیت 69

کس طرح لوگ چالیں چلتے ہیں اور کس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی چالوں کا توڑ کرتے ہیں۔

کیونکہ آگ بھی تو اللہ کے کنٹرول میں ہے۔ اگر وہ جلاتی ہے تو اللہ کے اذن سے ہی جلاتی ہے اور اگر وہ ٹھنڈی ہوتی ہے تو بھی اللہ کا ہی حکم ہوتا ہے تو وہ ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔

اور یہاں پر بَرۡدًا بھی کہا اور سَلٰمًا بھی کہا۔

روایت میں آتا ہے کہ اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ سَلٰمًا نہ کہتے تو آگ کی ٹھنڈک ابراھیم علیہ السلام کے لیے آگ کی تپش سے بھی زیادہ سخت ہوتی۔ فریز ہو جاتی۔ اور اگر عَلَىٰٓ إِبۡرٰهِيمَ نہ کہتے تو قیامت تک کیلئے آگ ٹھنڈی ہو جاتی۔

تو اس لئے یہ بڑا meaningful جملہ ہے۔ اور ابراھیم علیہ السلام کی آگ تو سارے جانورں نے بھی بجھانے کی کوشش کی تھی سوائے چھپکلی کے۔

❖ آیت 70

کس طرح وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئے ہوں گے۔ ایک دوسرے سے نظریں بھی کیسے ملاتے ہوں گے کہ اتنا بڑا معجزہ ان کے سامنے ہو گیا لیکن نہ ماننے والے پھر بھی نہ مانے۔

❖ آیت 72

آپ نے صرف بیٹا مانگا تھا تو بیٹے کے ساتھ پوتے کی بھی خوشخبری دی اور وہ بھی عطا کر دیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی نا "رَبِّ هَبۡ لِي مِنَ ٱلصّٰلِحِينَ" تو اللہ تعالیٰ نے پوری پوری دعا سنی صرف بیٹا ہی نہیں دیا بلکہ صالح بیٹا عطا کیا۔

تو اللہ کے خزانے وسیع ہیں آپ جتنا چاہیں مانگتے چلے جائیں۔

ہمارے مانگنے میں کمی ہوتی ہے، ہماری زبانیں گنگ ہو جاتی ہیں تھوڑی دیر کے بعد الفاظ ہی ختم ہو جاتے ہیں اور کیا مانگیں لیکن اللہ کو دینے میں کچھ مشکل نہیں۔

❖ آیت 76

آپ دیکھئے کہ پہلے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر، اسکے بعد بیک ورڈز ابراہیم علیہ السلام پھر ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے نوح علیہ السلام کا ذکر ہے۔

❖ آیت 79

اس وقت ہم نے سلیمان کو صحیح فیصلہ سمجھا دیا حالانکہ وہ بیٹے تھے، چھوٹے تھے۔

اصل میں ہوا یہ کہ دو لوگوں کے درمیان جھگڑا ہو گیا ایک شخص بکریاں چراتا تھا اور دوسرا کسان تھا، کھیت بناتا تھا تو بکریوں نے اس کا کھیت تباہ کر دیا۔ مقدمہ داؤد علیہ السلام کے پاس آیا جو وقت کے بادشاہ بھی تھے اور نبی بھی تھے اور ان کے درمیان فیصلے بھی کرتے تھے۔ آپ نے فیصلہ دیا کہ بکریاں کھیت کے مالک کو دے دی جائیں اور اس طرح اس کا نقصان پورا ہو جائے۔

سلیمان علیہ السلام نے اختلاف کیا۔ انھوں نے کہا نہیں۔ بکریاں صرف اس وقت تک کھیت کے مالک کے پاس رہیں جب تک کہ بکریوں والا اس کھیت کو دوبارہ تیار نہ کر دے تو اس طرح دونوں پر ظلم نہیں ہو گا۔ اس وقت تک اگر کھیت سے فائدہ نہیں اٹھا پا رہا کھیت کا مالک تو بکریوں سے فائدہ اٹھالے گا۔ اور بکریوں والا جو ہے وہ کھیت تیار کر کے اپنی بکریاں واپس لے لے گا۔

تو یہ ہے کہ بعض اوقات بچے یا جوان یا ہم سے عمر میں چھوٹے یا تجربہ میں چھوٹے زیادہ بہتر بات بھی کر سکتے ہیں۔

اس لیے ہمیشہ دوسرے کی بات کو غور سے سننا چاہیئے۔ اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا چاہیئے جس میں سب کا بھلا ہو۔

اس میں بڑے چھوٹے کی بات نہیں کبھی اللہ تعالیٰ کسی کو زیادہ بہتر طور پر سجھا دیتا ہے۔

اور اس سے یہ بات بھی اخذ کی گئی ہے کہ قاضی کو اس کی کوشش کا اجر ملتا ہے۔

✧ حسن بصری کہتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کی تعریف کی ہے اور داؤد علیہ السلام پر ملامت نہیں کی۔ فیصلہ ان کا بھی ٹھیک تھا اپنی جگہ لیکن سلیمان علیہ السلام کا زیادہ درست تھا۔

✷ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں انھوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

جب حاکم یعنی قاضی اپنے اجتہاد سے کوئی فیصلہ کرے پھر وہ فیصلہ اگر صحیح ہو تو اسے دگنا ثواب ملتا ہے اور اگر فیصلہ کرتے وقت اجتہاد کرے اور غلط کر جائے تو صرف ایک اجر ملتا ہے۔ یعنی دونوں صورتوں میں اجر ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کسی کی بھی محنت ضائع نہیں کرتا۔

ہاں سزا اس صورت میں ملتی ہے جب انسان بغیر توجہ دیئے بغیر محنت کرے ایسے ہی بس جو دل میں آئے اسی کو کہہ دے وہ نہیں ہونا چاہیئے۔

❖ آیت 80

تو جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے سلیمان اور داؤد علیہ السلام کو دی تھیں انھوں نے ان کو کیسے استعمال کیا؟

یعنی قرآن میں جتنے بھی پیغمبروں کا ذکر ہے ان میں سب سے زیادہ نعمتوں کے اعتبار سے جو پیغمبر ہیں وہ داؤد اور سلیمان علیہ السلام ہیں extra ordinary قسم کی ان کو سہولتیں اور نعمتیں دی گئی تھیں۔

لیکن انھوں نے کیا کیا؟ نعمتوں کو اللہ کی اطاعت میں استعمال کیا اور یہی شکر ہے۔

❖ آیت81

آج آپ دیکھیں tornedos جو آتے ہیں کس قدر تباہی مچاتے ہیں کوئی قوت ان کو روک نہیں سکتی۔ یہ ہوائیں ان کے لئے مسخر تھیں۔

زمین جس میں برکت رکھی ہے یعنی فلسطین

❖ آیت82

سمندر سے چیزیں نکال کر لاتے تھے جنات۔ جن دراصل ہمارے ہی کنٹرول میں تھے۔

❖ آیت83

۔ ہر بیمار کو یہ دعا پڑھنی چاہیئے۔

رَبَّہٗ اَنِّیۡ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنۡتَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ

❖ آیت84

18 سال ایوب علیہ السلام بیمار رہے۔

آپ دیکھئے کہ ایک طرف داؤد اور سلیمان علیہ السلام جنھیں نعمتوں سے آزمایا جارہا ہے اور دوسری طرف ایوب علیہ السلام ہیں جو اتنی شدید بیماری سے آزمائے جا رہے ہیں تو یہ اللہ کا فیصلہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر ایک کی برداشت دیکھتا ہے کہ کس کو کس طریقے سے آزمایا جائے صبر کا بدلہ کتنا میٹھا تھا۔

ایوب علیہ السلام کی آزمائش میں ایک بہت بڑا سبق ہے کہ کوئی بھی آزمائش میں جب مبتلا ہو نیک سے نیک انسان تو وہ یہ نہ سمجھے کہ شاید میں نے کوئی گناہ کیا یا ہمیں کسی اور کے بارے میں بھی judgmental نہیں ہونا چاہیئے۔

بعض اوقات ہم دیکھتے ہیں نا کہ کوئی بہت دیندار انسان ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کے اوپر کوئی امتحان ڈال دیتا ہے۔ کسی بھی قسم کا ہو سکتا ہے۔ تو پہلا خیال شیطان کیا ڈالتا ہے دل میں، کچھ کیا ہوگا کہ پکڑ آگئی۔ پتہ نہیں کیا کیا تھا چھپ کے، جو پکڑ آئی۔ کچھ نہیں کہہ سکتے۔

عبادت گزاروں کیلئے سبق ہے

اس میں کہ عبادت کے باوجود بھی امتحان آسکتا ہے، بیماری آسکتی ہے، مصیبت آسکتی ہے، اولاد میں کوئی تکلیف یا پریشانی آسکتی ہے تو وہ ایوب علیہ السلام کے صبر کرنے سے تسلی پکڑیں، جو اللہ نے ان کی تقدیر میں لکھی ہوئی تھی

اور پھر عبادت گزاروں پر جو تکلیف آئے تو وہ سوچیں کہ

ایوب علیہ السلام تو انتہائی عبادت گزار اللہ کے نبی تھے اگر ان پر تکلیف آگئی تو ہم پر بھی آسکتی ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو۔

اور ایک اور روایت میں آتا ہے:

✷ اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسکو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

- تو چھوٹی مصیبت بڑی مصیبت اللہ کی طرف راغب ہونے کا ذریعہ بنتی ہے۔

- گناہوں کی معافی کا ذریعہ بنتی ہے۔
- صاف پاک ہونے کا ذریعہ بنتی ہے۔

تو اس لئے تکلیف کو کوئی بھی اپنے حق میں برا نہ سمجھے۔ اس میں واویلا نہ کرے، اللہ سے ناراض نہ ہو۔ اس کو اللہ کی ناراضگی ہی کا ذریعہ نہ سمجھے بلکہ پاک ہونے کا ذریعہ سمجھے۔

اور یہ اللہ کی محبت کی علامت بھی ہوتی ہے۔

✷ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ عزوجل جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو وہ انھیں آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے پھر جو شخص صبر کرتا ہے اسے صبر ملتا ہے اور جو جزع فزع کرتا ہے اسکے لیے جزع فزع ہے۔

❖ آیت 86

یعنی ایوب علیہ السلام کے بعد اسماعیل، ادریس اور ذالکفل علیہ السلام کی بھی خاص خوبی کیا بتائی گئی، کون سی نعمت ان کو دی تھی؟ صبر کی نعمت۔

❖ آیت 87

ذاالنون مچھلی والے یونس علیہ السلام بھی اپنی رحمت میں داخل کیا۔ پھر انھوں نے اندھیروں میں پکارا۔ اللہ اکبر۔

مچھلی کے پیٹ کا اندھیرا، وہ سمندر کی تہہ میں جا کر بیٹھ گئی وہاں کا اندھیرا، رات کا اندھیرا، بادلوں کا اندھیرا، اندھیرے پر اندھیرا

تو انھوں نے وہاں اپنے رب کو پکارا۔ اتنی مشکل جگہ پر۔ کیا پکارا

أَن لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبۡحَٰنَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ

تیرے سوا کوئی الہ نہیں آپ پاک ہیں میں ہی قصوروار تھا"۔

✷ نبی ﷺ نے فرمایا:

ذوالنون یعنی یونس علیہ السلام کی دعا جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے یعنی أَن لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبۡحَٰنَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ۔

جب بھی کوئی مسلمان کسی بھی معاملے میں ان الفاظ کے ساتھ اپنے رب سے دعا کرے وہ دعا ضرور قبول ہو گی۔ یہ مسند احمد کی روایت ہے۔

یعنی جب آپ دعا مانگنے لگیں تو کیا کریں؟

اللہ کی تسبیح تو بیان کرتے ہی ہیں سبحان اللہ پڑھتے ہیں، پھر درود شریف پڑھتے ہیں، پھر دعا کرتے ہیں تو اس موقع پر آپ أَن لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبۡحَٰنَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ بھی پڑھ لیا کریں۔

❖ آیت 88

اور اسی طرح یہاں جو آیت میں آیا ہے کہ وہاں وہ تکلیف میں تو تھے لیکن غم زیادہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ناراض ہو گیا ہے اور یہ مصیبت آگئی ہے یہ اندھیرے آگئے ہیں۔

تو فرمایا کہ ہم ایمان رکھنے والوں کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔

یعنی اگر کوئی بھی مومن کسی مصیبت میں پھنس جائے تو اس دعا کو یاد کر لے اس کو کثرت سے پڑھے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کا غم بھی دور کر دیں گے۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے کر کے دیکھیں۔

❖ آیت 89

یہاں سارے پیغمبروں کی دعاؤں کا ذکر اکٹھا کر دیا گیا ہے۔

اور یہ ہمیں کیوں بتایا گیا؟ تاکہ مختلف مواقع کی مناسبت سے ہم بھی دعائیں کرتے رہیں اور ان دعاؤں کے ذریعے اللہ سے دعا مانگیں۔

❖ آیت 90

یعنی ان کی دعائیں کیوں قبول کیں؟

کیونکہ یہ نیک لوگ تھے "فلیؤمنوا بی" اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں قبول کریں تو ہمیں بھی اس پر اپنا ایمان مضبوط کرنا چاہیئے اور اس کی پکار پر لبیک کہنا چاہیئے۔

شوق سے دعا مانگیں اور ڈریں بھی کہ پتہ نہیں ہم نے کون سے گناہ کیے ہیں، پتہ نہیں دعا قبول ہوتی ہے یا نہیں ہوتی۔

خشوع سے humble ہو کر دعا مانگیں، غافل ہو کر نہیں۔

❖ **آیت 91** اشارہ ہے مریم علیہا السلام کی طرف

❖ **آیت 94** کتنی بڑی خوشخبری ہے یہ جو مومن ہو اور نیک عمل کرے تو اسکی کوشش کی ناقدری نہیں ہو گی۔

❖ آیت 96

یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں گے۔

سورۃ الکہف میں ان کی دیوار کا پڑھا تھا نا تو جب وہ دیوار پھٹ جائے گی اور وہ نکل آئیں گے یعنی اپنے مقرر وقت پر جہاں پر وہ قید ہیں وہاں سے نکل کر وہ باہر آجائیں گے اور اس طرح دوڑتے ہوئے نکلیں گے جس طرح کوئی اوپر سے نیچے دوڑتا ہوا آرہا ہوتا ہے۔

✷ اور حدیث میں آتا ہے مسند احمد کی کہ

وہ روئے زمین پر چھا جائیں گے۔ ہر طرف پھیل جائیں گے اور مسلمان اپنے اپنے شہروں اور قلعوں میں سمٹ جائیں گے۔

یاجوج ماجوج لوگوں کے مویشیوں کو پکڑ لیں گے۔ زمین کا سارا پانی پی جائیں گے حتیٰ کہ ان میں سے کچھ لوگ ایک نہر پر سے گزریں گے تو اس کا سارا پانی پی کر خشک کر دیں گے۔ پھر ان کے بعد کچھ اور لوگ وہاں سے گزریں گے تو کہیں گے یہاں کبھی پانی کی نہر ہوتی تھی۔

پھر عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی گڑگڑا کر دعا کریں گے تو یاجوج ماجوج پر ان کی گردنوں میں کیڑے کا عذاب نازل کر دیا جائے گا تو وہ سب ایک انسان کے مرنے کی طرح سارے اکٹھے ہی مر جائیں گے اور پھر زمین میں انتہائی گندگی اور بدبو پھیل جائے گی۔

تو اللہ تعالیٰ لمبی لمبی گردنوں والے پرندے بھیجیں گے جو اٹھا کر انہیں جہاں اللہ چاہے گا وہاں پھینک دیں گے پھر ایسی بارش بھیجے گا اللہ جس سے کوئی گھر اینٹوں کا یا اون کا اس سے کوئی اوٹ نہیں ہو گی یعنی ہر جگہ بارش ہو گی اور زمین کو دھو کر شیشے کی طرح صاف چھوڑ دے گی۔

تو یہ یاجوج ماجوج قیامت سے پہلے آئیں گے زمین پر۔

- ❖ **آیت 97** یعنی یاجوج ماجوج کے بعد۔
- ❖ **آیت 100** انکی اپنی چیخیں ہی اتنی بلند ہوں گی کہ باقی چیخیں ان کو سنائی نہیں دیں گی۔
- ❖ **آیت 104**

پہلے زمانے میں اسکرولز (scrolls) کے اوپر لوگ لکھا کرتے تھے اور لکھ کر اس کو رول کر دیتے تھے یعنی جس طرح یہ پھیلایا تھا اسکرول قیامت کے وقت واپس لپٹ آئے گا۔

- ❖ **آیت 106** کہ عبادت کے ساتھ انھیں زمین کی وراثت بھی ملے گی۔
- ❖ **آیت 107** یعنی نبی ﷺ کو تمام دنیا والوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ کیونکہ جب تک آپ موجود تھے اس وقت تک اللہ نے فرمایا: کہ وہ عذاب نہیں دے گا۔

آپ دشمنوں کیلئے بھی سراپا رحمت تھے۔

✷ آپ سے کہا گیا رسول اللہ ﷺ مشرکین کیلئے بد دعا کیجئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا بلکہ مجھے تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔

اور قیامت کے دن بھی آپ مومنوں کیلئے باعث رحمت ہوں گے کہ آپ ﷺ کی سفارش سے کچھ لوگ جہنم میں جانے سے بچ جائیں گے، کچھ لوگ جہنم سے نکالے جائیں گے۔

سورۃ الحج

- ❖ **آیت 3**

اللہ کو جانتے نہیں لیکن اللہ کے فیصلوں کے بارے میں، اللہ کے افعال کے بارے میں اس کی صفات کے بارے میں، عجیب و غریب باتیں کرتے ہیں اور ہر سرکش شیطان کی اتباع کرنے لگتے ہیں یعنی اللہ کے فیصلے اور اللہ کے احکامات کو چھوڑ کر شیطان کی باتیں مانتے ہیں گویا دوسرے لفظوں میں اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں۔

❖ آیت 5

نبی ﷺ scientist نہیں تھے لیکن جس طرح وحی کے ذریعے آپ کو یہ علم حاصل ہوا اور آپ نے انسان کی تخلیق کے مرحلے اور اسکے stages بتائیں وہ آج پچھلی صدی میں ہو بہو سچ ثابت ہوئیں اور آپ ﷺ ان ساری چیزوں سے خود ناواقف تھے۔

اللہ نے وحی کے ذریعے آپ کو یہ علم دیا اور اسی طرح زمین میں کس طرح پانی کی ضرورت ہوتی ہے سبزہ اگانے کیلئے، یہ بھی اللہ نے آپ کو وحی کے ذریعے بتایا۔

اگرچہ انسان اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے لیکن پانی کے بغیر کوئی بھی چیز زندہ نہیں رہ سکتی تو یہ سب کچھ نبی ﷺ کے سچا رسول ہونے کی نشانی ہے۔ایک دفعہ آپ کی رسالت establish ہو جاتی ہے قرآن سچی کتاب ثابت ہو جاتا ہے تو پھر اس کے بعد اگلا مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ جو کچھ اس کتاب میں ہے تو انسان اس سب کو سچا مانے اور اسکے مطابق اپنی زندگی کو تبدیل کرلے۔

❖ آیت 7 چاہے کتنی ہی تہوں کے نیچے ہیں سب اٹھیں گے۔

❖ آیت 8

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا تعارف قرآن کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔

نبی ﷺ کے ذریعے پتہ چلتا ہے کہ ہمارا رب کون ہے؟ اور وہ ہمیں پتہ کرنا چاہیئے لیکن کچھ لوگ علم حاصل نہیں کرتے رب کے بارے میں، معرفت حاصل نہیں کرتے لیکن ایسی باتیں کرتے ہیں جو زیب نہیں دیتی رب کو اور پھر خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی توحید کے بارے میں شک کرتے ہیں یا پھر قیامت کے آنے کے بارے میں شک کرتے ہیں

❖ آیت 9

جب ایک شخص دین چھوڑ کر نکلتا ہے مرتد ہوتا ہے تو پھر لائن لگ جاتی ہے۔

یاد رکھیے کہ

بعض اوقات ہمارے بچے چل پڑتے ہیں آزادی کے نام پر۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ کیوں کیا، یہ کیوں بنایا، ایسا کیوں کیا؟ سوال ہر ایک کے ذہن میں آتا ہے، یہ سوال بھی ادب سے کرنے چاہیئے۔

جب آپ کا بچہ ایسا سوال کرنے لگے تو جواب دینے سے پہلے ادب سکھائیں۔

اور یہ پوچھیں کہ اللہ تعالیٰ بڑا ہے یا تمھاری عقل بڑی ہے؟ کون بہتر سوچ سکتا ہے؟ وہی جس نے یہ سب کچھ بنایا ہے جس کی تہہ تک تو کیا surface تک بھی ہم نہیں پہنچے اور اللہ کی ذات کو ہم چیلنج کرتے ہیں یا اسکی بعض صفات کو ہی نہ مانیں یا اسکی صفات کہ وہ خالق ہے تو یہ کیوں بنا دیا اور وہ کیوں بنا دیا اسکے بنانے میں جو حکمت ہے وہ اسکو پتہ ہے ہم معلوم کریں اگر ہو جائے تو بہت اچھا۔

اگر نہیں معلوم ہو تو ایمان بالغیب اسی کا نام ہے کہ

جو حقیقتیں ہم نے دیکھی نہیں ان کو بھی مان لیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بتا رہا ہے کہ وہ حقیقت ہے جیسے آخرت۔

❖ آیت 11

اور ایسے ہی شکوک وشبہات کرنے والے بظاہر مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہونے والے اگر وہ امتحان میں پاس ہو جائیں، جاب اچھی مل جائے تو اللہ تعالیٰ بہت اچھے ہیں اور اگر کوئی مصیبت پڑ جائے تو الٹا پھر جاتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ کو صرف اچھے حال میں ہی یاد نہیں کرنا چاہیئے تکلیف کے وقت بھی اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور اللہ سے راضی رہنا چاہیئے۔

یاد رکھیے

ایمان کا امتحان ہوتا رہے گا اور کمزور ایمان آزمائش کے وقت قائم نہیں رہتا کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ مختلف طریقوں سے آزما کر دیکھتا ہے کہ یہ سچا مومن ہے یا نہیں۔

❖ آیت 15

اللہ مدد نہیں کرے گا تو وہ کسی اور کی طرف رجوع کر لیں کسی اور کی طرف چلا جائے مدد لینے۔

یعنی وہ کتنی ہی کوشش کر لے تقدیر کے فیصلے کو نہیں بدل سکتا یہ نہیں کہ اللہ نے دعا نہیں سنی تو غیر اللہ کے پاس کوئی زیادہ بڑی طاقت ہے تو وہ جو اللہ تعالیٰ نہیں کام کریں وہ کر کے دے دیں گے ایسا نہیں ہے۔

❖ آیت 18

یہاں پر سورج، چاند، ستاروں کا ذکر بطور خاص کیا گیا کہ وہ اللہ کی تسبیح کر رہے ہیں جس سے کیا بتانا مقصود ہے؟

کہ وہ معبود نہیں ہیں جن کو تم پوجتے ہو کیونکہ ستارہ پرست قومیں بھی ہیں، سورج کی پوجا کرنے والی بھی ہیں، چاند کی بھی۔

تو یہاں پر یہ بتا دیا گیا کہ اللہ نے ان کو پیدا کیا، اس نے انھیں تمھارے لئے مسخر کیا وہ تو خود اپنے خالق کے حضور سجدہ ریز ہیں، تسبیح کرتے ہیں اس لئے تم ان کے آگے سجدہ مت کرو۔

لَا تَسۡجُدُواْ لِلشَّمۡسِ وَلَا لِلۡقَمَرِ

اور آپ دیکھئے کہ

یہاں پر سجدہ کا ذکر کیا گیا، تسبیح کا ذکر کیا گیا کہ یہ سارے جھکے ہوئے ہیں اللہ کے آگے۔

یاد رکھیے

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل ہے سجدہ۔

✷ رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام ثوبان سے کسی نے پوچھا کہ آپ مجھے کسی ایسے عمل کے بارے میں بتائیں کہ جس کے کرنے سے اللہ مجھے جنت میں داخل کر دے تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے پھر پوچھا، پھر پوچھا جب تیسری بار پوچھا تو انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں سوال کیا تھا تو آپ ﷺ نے

فرمایا: "تم پر اللہ کیلئے سجدوں کی کثرت لازم ہے۔ تم جب بھی کوئی سجدہ کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس سجدے کے سبب سے تمھارا ایک درجہ بڑھا دیتے ہیں اور اس کے ذریعے تمھاری ایک خطا مٹا دیتے ہیں۔

✷ ایک روایت میں آتا ہے کہ دو لوگ ایک دن مسلمان ہوئے ایک شخص شہید ہو گیا یعنی دنیا سے رخصت ہو گیا۔ دوسرا ایک سال کے بعد طبعی موت مرا تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ جو بعد میں فوت ہوا ہے طبعی موت سے وہ جنت میں پہلے داخل ہو رہا ہے،، شہید پیچھے ہے تو وہ بڑے پریشان ہوئے کہ ہم نے تو شہید کا درجہ تو زیادہ بڑا سمجھا ہوا ہے تو وہ نبی ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: تمھیں اس بات سے تعجب ہے کیا تم نہیں جانتے کہ اس نے اس ایک سال میں کتنے سجدے کیے، کتنی نمازیں پڑھیں، کتنے روزے رکھے، کتنی اور نیکیاں کیں۔

تو زندگی کا ہر دن بڑا قیمتی ہے۔

حرص رکھیں کہ اللہ لمبی عمر نیکیوں سے بھرپور دے کیونکہ جتنے زیادہ دن آپ نیکی کریں گے اتنا ہی زیادہ فائدہ ہو گا۔

اچھا بعض لوگ کہتے ہیں کہ بڑھاپے میں کر لیں گے کیا پتہ بڑھاپا آئے یا نہ آئے اور بڑھاپے کی عبادت تو خود بھی انسان کو ویسے ہی پتہ نہیں ہوتی کہ کیا کر رہا ہے۔ نماز میں سو جاتا ہے، سجدہ میں سو جاتا ہے، وضو کی مشکل ہو جاتی ہے اور کئی مسائل ہو جاتے ہیں۔

تو جو وقت ہے جب ہمت طاقت ہے تو زیادہ سے زیادہ اللہ کے حضور سجدے کر لیں۔

اور یہ رمضان الحمدللہ ایسا موقع ہے کہ جس میں انسان عام دنوں کی نسبت بہر حال سجدے زیادہ کرتا ہے۔

✷ حدیث میں آتا ہے کہ

آگ ابن آدم کے ہر عُضُو کو کھا لے گی سوائے سجدوں کی جگہ کے۔

کہ اگر کوئی نمازی کسی اور حرام کاری کی وجہ سے جہنم میں جاتا ہے تو اسکے بھی سجدہ کے اعضاء آگ سے محفوظ رہیں گے۔

❖ آیت 19

جہنم میں کھولتے ہوئے پانی کا عذاب ہو گا۔

❖ آیت 20

جہنم کی آگ بہت تیز ہے تو اسکے پانی کا جو boiling point ہو گا وہ بھی شدید ہو گا تو انکی کھالیں گل جائیں گی اور جو ان کے پیٹ میں ہے وہ بھی گل جائے گا۔

✷ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

جب دوزخیوں کے سر پر گرم پانی ڈالا جائے گا تو وہ گرم پانی اندر کو اترتا ہوا پیٹ تک پہنچ جائے گا یعنی پہلے وہ دماغ کو کھولائے گا اور پھر وہ گزر کر پیٹ تک جائے گا اور ان چیزوں کا کاٹ ڈالے گا جو پیٹ کے اندر ہیں یعنی آنتیں وغیرہ یہاں تک کہ وہ گرم پانی پاؤں کے راستے سے باہر نکلے گا۔

صہر کے یہی معنی ہیں یُصۡهَرُ بِهٖ اور پھر وہ دوزخی پہلے جیسا ہو جائے گا اور یہ عمل دوبارہ شروع ہو جائے گا۔

❖ آیت23

جنت کے لباس بھی اور جنت کے زیورات بھی اعمال سے بڑھتے ہیں تو جن کو زیورات کا شوق ہو وہ وضو بہت اچھے سے کیا کریں۔

✷ نبی ﷺ نے فرمایا:

مومن کا زیور وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا اثر پہنچے گا۔

جنتیوں کے لباس جو ہیں وہ جنت کے درخت طوبیٰ سے بنایا جائے گا جس کی مسافت سو سال کے برابر ہے اور اہل جنت کے کپڑے اس درخت کے پھل کے چھلکوں سے بنائے جائیں گے یعنی بہت نرم ہوں گے۔

❖ آیت24

یہ کون لوگ ہوں گے؟

جن کو کلمہ توحید کو قبول کرنے کی راہ دکھلائی گئی

وَهُدُوٓاْ إِلَىٰ صِرَٰطِ ٱلۡحَمِيدِ یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا راستہ جو بہت تعریف والا ہے۔

❖ آیت26

اسی لئے انھوں نے دعا مانگی تھی۔

رَبِّ ٱجۡعَلۡ هَٰذَا ٱلۡبَلَدَ ءَامِنٗا وَٱجۡنُبۡنِي وَبَنِيَّ أَن نَّعۡبُدَ ٱلۡأَصۡنَامَ

ابراہیم علیہ السلام ایک پیغمبر ہیں اور پیغمبر کو یہ تلقین کی جارہی ہے کہ جو گھر آپ نے میرے لیے بنایا ہے اس گھر کو پھر صاف بھی رکھنا ہے تاکہ لوگ آئیں اور عبادت کر سکیں۔

تو اس سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ

اللہ کے گھر کی صفائی بڑی ضروری ہوتی ہے۔ اسکے کارپٹس، اس کے واش رومز، اس کے آس پاس کی جگہیں یہ ساری کی ساری خوب صاف ہونی چاہئیں تاکہ لوگوں کا عبادت میں دل لگے۔

آپ نے دیکھا ہو گا کہ جن مسجدوں کے کارپٹس بدبودار ہوتے ہیں وہاں پر نماز میں توجہ نہیں ہو پاتی۔

تو اللہ کے گھر کا کلینر (صفائی کرنے والا) ہونا، بڑا اعزت والا کام ہے۔ اس میں کسی بھی قسم کی کوئی حصہ ڈالنا، چھتیں صاف کرنا، کھڑکیاں صاف کرنا، کسی بھی طرح صفائی کرنا، اس کے فرنیچر کو ٹھکانے رکھنا جیسے اب نمازیں ہوتی ہیں تو یہ کرسیاں یہاں تو نہیں رکھی جا سکتیں ان کو ہٹانے کیلئے بھی والنٹیئرز چاہیئے ہوتے ہیں تو وہ بھی آپ اپنے آپ کو آفر کر سکتے ہیں بہرحال کوئی بھی کام کسی بھی قسم کا حتیٰ کہ اگر کوئی چیز ٹوٹ رہی ہے کوئی گر رہی ہے، کوئی خراب ہو رہی ہے تو اس کی درستگی کیلئے آگے بڑھنا اور محبت سے وہ کام کرنا یہ انبیاء کی سنت ہے۔

جس کو اللہ نے اس کام کا ذمہ دیا تھا یعنی صرف لوگوں کو تعلیم ہی نہیں دینی بلکہ اس چیز کا بھی اہتمام کرنا ہے اور اس کام کے کرنے والوں کا کیا مرتبہ اور مقام ہے۔

✷ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک حبشی مرد یا حبشی عورت مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی وہ فوت ہو گئی تو نبی ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا کہ وہ کدھر ہے نظر نہیں آرہی؟ بتایا گیا کہ وہ تو فوت ہو گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم نے مجھے کیوں نہ بتایا کہ میں اس کا جنازہ پڑھتا مجھے اس کی قبر کا بتاؤ۔ پھر آپ ﷺ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس پر نماز پڑھی یعنی اس کا جنازہ دوبارہ وہاں پڑھایا۔

تو کسی اور کے بارے میں آپ نے ایسا سنا کہ اسکو اتنی عزت بخشی ہو؟ وہ ایک کالی کلوٹی عورت تھی، غریب بے سہارا سی کہ جو مسجد نبوی کو صاف کرتی تھی تو اس کا اتنا بڑا مقام ہو گیا مرنے کے بعد۔

اللہ تعالیٰ کسی کا دنیاوی اسٹیٹس نہیں دیکھتا کہ کسی کے پاس دنیا میں کونسا عہدہ، رتبہ، لباس اور اس کی شکل اور اس کا مال کتنا ہے یا اس کی ناموری کتنی ہے وہ یہ دیکھتا ہے کہ وہ کرتا کیا ہے۔

چاہے وہ صفائی کا کام ہی کیوں نہ کرتا ہو۔ یہ تو ہم نے تقسیم کر رکھی ہے کہ شاید صفائی کرنا بہت اچھا کام نہیں۔

اس کے برعکس جو صفائی نہ کرے ان کی مذمت بھی کی گئی ہے۔

✷ ایک شخص نے قوم کی امامت کی اور قبلے کی طرف ہی تھوک دیا یعنی تھوک آئی تو سامنے ہی چھینک دی آپ دیکھ رہے تھے۔

جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا آئندہ سے یہ تمھیں امامت نہ کروائے۔

تو یاد رکھیے کہ

اللہ پاک صاف رہنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔

ہم چاہتے ہیں نا کہ اللہ ہم سے محبت کرے تو بس اس صفائی کا اہتمام اپنے جسم میں بھی، لباس میں بھی، گھر میں بھی، پبلک پلیسز میں بھی، مسجد میں بھی۔ مسجد اللہ کا گھر ہوتا ہے سب کیلئے سانجھا ہوتا ہے تو وہ سب کی ذمہ داری ہوتا ہے اور اس میں تعاون کرنا سب کے اوپر لازم ہوتا ہے تاکہ اللہ کی محبت حاصل ہو۔ اس میں کوئی دکھاوا یا ریاکاری نہ ہو بس اللہ کی محبت میں ہو۔

❖ آیت 28

یہ حج کے دن جو ہیں یہ دنیا کے سب سے بہترین دن ہوتے ہیں۔

✷ نبی ﷺ نے فرمایا:

دنیا کے دنوں میں افضل ترین دن 10 دن عشرہ ذوالحجہ کے دن ہیں۔

ان دنوں میں کیا ہوا نیک عمل اللہ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔

ان 10 دنوں میں کثرت سے اللہ کا ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

پمفلٹ عشرہ ذوالحج سے متعلق، کرنے کے جو کام ہیں، آپ لے جا سکتے ہیں، دوسروں کو بتا سکتے ہیں کیونکہ اب رمضان کے بعد آگے ذوالحجہ بھی آنے والا ہے۔ اور بہت سے لوگ اس کی فضیلت سے غافل ہوتے ہیں۔ انکو پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اس میں کیا گیا نیک عمل اللہ تعالیٰ کو سال بھر کے اعمال سے افضل لگتا ہے۔ تو اس لیے ان دنوں میں ذکر بھی کرنا چاہیئے اور اسکی awareness بھی پھیلانی چاہیئے لوگوں میں۔

- **آیت 29** حج کے کچھ مناسک بتائے جا رہے ہیں۔ یہ تھا کعبہ کا مقصد۔
- **آیت 30** یعنی جس طرح نجاست جسموں کو چمٹ جاتی ہے اسی طرح شرک کی نجاست جو ہے وہ روح اور عقل کو چمٹ جاتی ہے۔ معنوی نجاست ہے یہ۔
- **آیت 31** یعنی اس بندے کا پھر کوئی مستقبل نہیں، کوئی ٹھکانہ نہیں وہ خوار ہو کر رہے گا۔
- **آیت 32** یعنی یہ تو rituals ہیں لیکن ان rituals کی قدر دانی اگر انسان، اللہ سے ڈرتے ہوئے کرے، تو واقعی انسان متقی ہے۔
- **آیت 34** ٱلۡمُخۡبِتِينَ کا ایک معنیٰ humble ہونا بھی ہوتا ہے۔
- **آیت 35**

ٱلۡمُخۡبِتِينَ اللہ سے ڈرتے ہیں۔

ہم بھی اپنے دلوں کا جائزہ لیں کہ کیا ہم اس کیٹیگری میں شامل ہوتے ہیں؟

مصیبت پہنچنے پر اللہ سے ناراض نہیں ہوتے، غلط باتیں منہ سے نہیں نکالتے۔

ٱلۡمُخۡبِتِينَ کی 4 صفات ہیں۔

- اللہ کے ذکر کے وقت دلوں کا کانپ اٹھنا،
- اللہ کے راستے میں پہنچنے والی تکلیفوں پر صبر کرنا،
- نماز قائم کرنا
- اور مال خرچ کرنا۔

- **آیت 36**

یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے ذبح کیا جاتا ہے۔ اسکا بایاں گھٹنا باندھ دیا جاتا ہے تاکہ وہ رسی تڑا کر بھاگے نہیں جب اس کو برچھی لگے اور تین ٹانگوں پر وہ کھڑا ہوتا ہے تو چھپا کے برچھی لائی جاتی ہے اور جس کا نشانہ اچھا ہو اچانک آکر اس کے حلق میں وہ مارتا ہے وہاں سے خون کا فوارہ چھوٹ پڑتا ہے اور پھر جب اس کے بعد زیادہ خون نکل جاتا ہے تو وہ پہلو کے بل گر جاتا ہے جس کی یہاں تفصیل بیان ہوئی ہے۔

عید کا جو گوشت ہوتا ہے اس میں سبھی کا حصہ ہوتا ہے، بانٹ کر کھانا چاہیئے اس کو۔

جانوروں کو انسان کا تابع بنایا تا کہ انسان شکر گزار بنے اونٹ جیسا جانور بھلا تم قربان کر سکتے تھے، کھا سکتے تھے۔

جانور ذبح کرتے وقت ایک شرط بھی ہے اور وہ کیا ہے؟ اللہ کا نام لینا۔

❖ آیت37

اللہ کو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے کہ تمہارے دل میں کیا تھا کتنی محبت کے ساتھ اللہ کیلئے اس کو قربان کیا، جو سمبل ہے اس بات کا، کہ یارب ہم اپنا آپ، اپنی انا اور اپنی خواہشات کو بھی تیری خاطر قربان کر سکتے ہیں کیونکہ ان سب کا مرکز دل ہوتا ہے۔

❖ آیت39

مسلمانوں کو مکہ میں جواب دینے کی اجازت نہیں تھی وہ ظلم میں پس بھی رہے تھے کیونکہ کمزور تھے لیکن مدینہ آکر پھر انھیں واپس جواب دینے کی اجازت مل گئی۔

❖ **آیت40** یہ وعدہ ہے اللہ کا وَلَيَنصُرَنَّ ٱللَّهُ مَن يَنصُرُهُۥٓ

❖ **آیت47** تمہارے رب کا ایک دن تمھاری گنتی کے مطابق ہزار سال کا ہوتا ہے۔

❖ **آیت52** یعنی پیغمبر کی آرزو کیا ہو سکتی ہے؟ کہ لوگ ایمان لائے، دین خوب پھلے پھولے، دین کی تکمیل ہو تو شیطان اس میں خلل ڈالتا ہے کہ یہ نہیں ہونے کا۔

❖ آیت54

دلوں کی تین بڑی قسمیں ہیں: سخت دل، بیمار دل اور ایمان والا دل عاجزی والا۔

کمزور دل والے کون ہیں؟ جن کے دلوں میں بیماری ہے کمزوری ہے یعنی جو نفاق والے ہیں۔

سخت دل لوگ کون ہیں؟ جو کفر اختیار کرتے ہیں جن پر کوئی ڈانٹ، وعظ، نصیحت اثر نہیں کرتی۔ اور دلوں کی سختی کی وجہ سے ان کو اللہ اور اس کے رسول کی بات سمجھ نہیں آتی۔

اور اہل ایمان کے دل جو ہیں وہ نرم دل ہوتے ہیں اور اگر شیطان ان کے دلوں میں وسوسہ بھی ڈالے تو وہ بھی ان کے حق میں رحمت بن جاتا ہے کیونکہ وہ فوراً متنبہ ہو جاتے ہیں۔

❖ **آیت60** یعنی اللہ تعالیٰ ہر مظلوم آدمی کی مدد فرماتا ہے۔

✷ نبی ﷺ نے فرمایا:

مظلوم کی بددعا سے بچو کیونکہ وہ بادلوں پر اٹھائی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: مجھے میری عزت اور میرے جلال کی قسم میں ضرور تمھاری مدد کروں گا اگرچہ تھوڑی دیر بعد ہی کروں۔

تو ظلم کیا ہوتا ہے؟ کسی زیادتی کا آغاز کرنا۔ دو آدمی جب آپس میں گالی گلوچ کریں تو جس نے پہلی گالی دی، گناہ اس کو ہو گا جب تک مظلوم حد سے نہ بڑھے کیونکہ جو جواب دے رہا ہے وہ تو مظلوم تھا وہ تو اپنا بدلہ لے رہا ہے اگر وہ بدلہ لینے میں حد سے بڑھ جائے تو وہ ظالم بن جائے گا۔

❖ آیت 63

کیا تم دیکھتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برساتا ہے یعنی تمھاری آنکھوں کے سامنے یہ معجزہ کئی بار آتا ہے۔

❖ آیت 65

آسمانوں کو پکڑنے کیلئے کوئی pillar (ستون) نہیں ہیں یہ اللہ کی طاقت سے رکا ہوا ہے۔ اللہ کی قدرت سے کنٹرول میں ہے تو اس لیے انسان کو ڈرتے رہنا چاہیئے اللہ کی نافرمانیوں سے۔

❖ آیت 68

ضد بازی کا کیا جواب ہونا چاہیئے؟

یہاں ایک بڑا اچھا ادب بیان کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سکھاتا ہے کہ جب کوئی شخص ضد کرے، بحث کرے، جھگڑے، الجھے تو اسکو جواب نہ دیا جائے، نہ مناظرہ کیا جائے اور کیا کہا جائے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو سکھایا **فَقُلِ ٱللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ جو** کچھ تم کر رہے ہو نا یہ سب اللہ کو پتہ ہے۔ اللہ سے ڈرو۔

❖ آیت 70

سب کچھ لوح محفوظ میں درج ہے۔

❖ آیت 73

مکھی جو کچھ لیتی ہے وہ فوراً ہضم کر جاتی ہے، اندر لے جاتی ہے وہ اسکے منہ پر نہیں لگا رہتا کہ آپ فوراً پکڑیں۔

یعنی جو لوگ غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں وہ انتہائی کمزور ہیں اور بت اور جو معبود ہیں وہ بھی انتہائی کمزور ہیں لہذا انکی مدد کہاں سے ہو گی؟ کیونکہ ان کے پاس تو کوئی طاقت ہی نہیں۔ اتنے کمزور کہ سارے مل جائیں اور مل کے اگر اتنی سی چیز بھی بنانا چاہیئں تو نہیں بنا سکتے۔ تو جو ایک مکھی نہیں بنا سکتا وہ آپ کا بڑے سے بڑا مشکل کام کیسے کرے گا؟

سوچنے کی بات ہے یعنی آپ کس کے پاس جاتے ہیں مشکل وقت میں جس کو آپ اپنے سے زیادہ قابل سمجھتے ہیں، طاقتور سمجھتے ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ وہ آپ کی مدد کرے گا آپ بے بس ہو چکے ہیں اب وہ آپ کو سپورٹ دے گا۔

لیکن جن کے پاس لوگ جا رہے ہیں چاہے وہ قبروں میں پڑے ہوئے لوگ ہیں یا بت ہیں یا اور مخلوقات ہیں جن کو وہ پوجتے ہیں، جن کے آگے سجدہ کرتے ہیں، جن سے وہ فریادیں کرتے ہیں کہ ہماری مشکل کو پہنچیں۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ خود مسلمانوں کے اندر ایسی ناسمجھی پائی جاتی ہے کہ بزرگان دین کو پکارنے لگتے ہیں، غوث اعظم کہتے ہیں نعوذ باللہ، گنج بخش کہتے ہیں اور اسی طرح اور نام بھی دیئے ہوئے ہیں تو یہ سب کمزور ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ چیلنج آپ سنیں تو ذرا کہ

اگر وہ سب بھی اکٹھے ہو جائیں تو ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے ہمیں اولاد کہاں سے دیں گے۔ تمھارے رزق کا کہاں سے بندوبست کریں گے۔ تمھاری بیماریاں کہاں سے درست کریں گے۔ وہ تو کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

❖ آیت 74

اللہ تعالیٰ تو بڑا طاقتور اور ہر چیز پر غالب ہے۔

یعنی جو سب کچھ دینے کو تیار ہے اور جو سب چیزوں کا مالک ہے اس کے پاس کیوں نہیں جاتے صرف اس کو کیوں نہیں پکارتے، کتنی سمپل سی بات ہے کہ جس نے ہمیں پیدا کیا، جس نے سارے انسانوں کو پیدا کیا، جس نے آسمان بنائے، زمین بنائی، درخت اگائے، دریا چلائے، سمندر بنائے اور اس کے اندر مخلوقات رکھیں تم اس سے کچھ خیر کی توقع نہیں رکھتے کہ وہ تمھاری مدد کرے گا، تمھارے کام آئے گا! کتنی ناقدری کی بات ہے! جو خود کہتا ہے

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ

اور جب یہ آپ سے میرے بارے میں سوال کرتے ہیں تو آپ انھیں بتا دیں کہ میں بہت قریب ہوں اور پکارنے والے کی پکار کا جواب بھی دیتا ہوں۔

یہ الگ بات ہے کہ جو وہ مانگتا ہے کبھی وہ اسی وقت دیتا ہوں اور کبھی بعد میں دیتا ہوں، جس وقت اس کو زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

ایسا ہوتا ہے کہ زندگی کی ابتداء میں بھی انسان کو ضرورت ہوتی ہے انسان کو کچھ چیزیں چاہیئے ہوتی ہیں انسان مانگتا ہے نہیں ملتیں لیکن جب شادی ہو جاتی ہے تو ایک دم اللہ تعالیٰ نعمتوں میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ کبھی عسر کے بعد بھی تنگی رہتی ہے بڑھاپے میں اللہ تعالیٰ اولاد کے ذریعے اتنی وافر نعمتیں دیتا ہے کہ انسان حیران ہو جاتا ہے۔

تو انسان سوچتا کیوں نہیں کہ اپنی جوانی کے وقت کی مانگی ہوئی دعائیں تھیں وہ جو آج بڑھاپے میں، جبکہ مجھے ضرورت زیادہ ہے، اس وقت اس کا پھل اللہ مجھے کھلا رہا ہے۔

چونکہ یہ سب چیزیں غیب کے پردے میں ہیں تو اس لئے ہمیں اللہ کی باتوں پر یقین نہیں آتا اور ہر چیز کو For granted پھر لیتے ہیں یہ تو ہمارا حق تھا ہی، یہ تو بچوں کو ہم نے قابل بنایا ہے۔ بھئی خود کیوں نہیں قابل بنے کہ تمھاری پچھلی زندگی بڑی اچھی ہوتی۔ تو یہ تو اللہ نے دیا۔ اگر اللہ نے آپ کو نہیں دیا اور آپ کے بچوں کو دیا تو اللہ نے دیا تو اسکی قدر کرو غیر اللہ کو نہ پکارو۔

❖ آیت 75

فرشتوں میں سے اللہ نے جبرئیل علیہ السلام کو چنا اور انسانوں میں سے اللہ نے دیگر انبیاء کے ساتھ محمد ﷺ کو چنا۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بے شک اللہ نے بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی تو بندوں کے دلوں میں قلب محمد ﷺ کو سب سے بہتر پایا۔ تو اس لئے اللہ نے انکو اپنے لئے منتخب کر لیا اور انھیں پیغمبری کا شرف عطا کر کے مبعوث فرمایا۔ پھر قلب محمد کے بعد بندوں کے دلوں پر نظر فرمائی تو آپ ﷺ کے صحابہ کے دلوں کو بندوں کے دلوں میں سب سے بہتر پایا۔ چنانچہ اللہ نے ان کو اپنے نبی کا وزیر بنا دیا۔

تو اگر آپ چاہتے ہیں کہ اللہ آپ کو چنے

تو اپنے دل کو اللہ کی محبت کیلئے خالص کر لیں، اپنے نیکی کے کام صرف اللہ کیلئے خاص کریں، لوگوں کی نفرتیں دلوں سے نکال دیں۔

پھر آپ دیکھیں گے کہ

اللہ تعالیٰ آپ کو کیسے کیسے نیکی کے کاموں کے مواقع عطا کرتا ہے۔ ہم بعض اوقات سب کو بھلا کے ایک سے خار رکھ بیٹھتے ہیں اسی کو معاف نہیں کرتے، سب کیے کرائے پر پانی پھر جاتا ہے۔ وہ آخری کانٹا بھی نکال دیں معاف کریں۔ آگے چلیں۔ اللہ کی محبت حاصل کریں، نیکیوں کے مواقع حاصل کریں یہ کمائی کا وقت اور دن اور موقع ہے۔

❖ آیت 78

یعنی ہمارا نام کیا ہے؟ مسلم

یہ فرقہ وارانہ نام لوگوں نے خود رکھ لیے۔

تو یاد رکھیے

انسان سب کچھ ہوتے ہوئے بھی اگر اپنے آپ کو اللہ کے دین کیلئے خالص نہیں کرتا تو خسارے میں ہے۔

اسی لیے آتا ہے کہ اللہ کی راہ میں ایسے کوشش کرو، ایسی محنت کرو، ایسے جہاد کرو جیسے حق ہے کرنے کا۔

حق کیسے ادا ہوتا ہے؟

حق تو ادا نہیں ہو سکتا لیکن اخلاص کے بغیر کوششیں بیکار ہیں یعنی صرف اوپر اوپر کی بھاگ دوڑ نہیں اخلاص کے ساتھ بھاگ دوڑ، اللہ کے دین کی خدمت اس کے لیے محنت، چھوٹا سا ہی کیوں نہ کام ہو چاہے مسجد کا جھاڑو ہی کیوں نہ ہو، چاہے پیسے گن کر بینک میں جمع کرانے ہی کیوں نہ ہوں، چاہے کرسی پر بیٹھ کر پڑھانا ہی کیوں نہ ہو، چاہے لوگوں کو بلانا ہی کیوں نہ ہو، یعنی کسی بھی طرح خالصتاً جب اللہ کی رضا کیلئے انسان اللہ کے دین کی مدد کرتا ہے جس کا وعدہ کیا ہے کہ اللہ ضرور ان کی مدد کرے گا۔

اخلاص میں کیا ہے؟ "اسلام" اپنا آپ اللہ کے سپرد کر دینا۔

اور یہاں پر اس نے تمہارے لئے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

یہ حقیقت ہے کہ ہمارے دین میں تنگی نہیں ہے۔

کس طرح اللہ نے وضو نہیں کر سکتے تو تیمم کی سہولت رکھی ہے، کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت دی ہے۔

کس طرح سفر میں چار رکعتوں کو دو رکعت کر دیا ہے۔ بیمار ہوں، مریض ہوں، سفر پر ہوں تو روزے چھوڑ کر باقی دنوں میں پورا کر سکتے ہیں، حج میں آسانیاں پیدا کیں۔

✷ رسول اللہ ﷺ حج میں منیٰ میں ٹھہرے ہوئے تھے تاکہ لوگ آپ سے مسائل پوچھ سکیں۔ ایک شخص آیا اس نے کہا مجھے خیال نہیں رہا میں نے ذَبح سے پہلے سر منڈا لیا۔ آپ نے کہا کوئی بات نہیں اب ذبح کر لو دوسرا آیا اس نے کہا کہ میں نے لاعلمی میں کنکریاں مارنے سے پہلے قربانی کر لی۔ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں اب رمی کر لو۔ نبی ﷺ سے جس چیز کا بھی سوال کرتے جس نے آگے پیچھے کر لی ہوتی تھی تو آپ یہی فرماتے کوئی حرج نہیں اب کر لو۔)وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي ٱلدِّينِ مِنْ حَرَجٍۚ تمہارے لئے دین میں تنگی نہیں رکھی)۔

As long as تم اللہ کیلئے خالص ہو کے وہ کر رہے ہو جو تمھیں کرنا چاہیئے تم روزوں کی گنتی پوری کر لو، نمازوں کی گنتی پوری کرو، مناسک حج کی گنتی پوری کرو کرنے کا کام کرو لیکن اس میں سہولت بھی دی گئی۔

پھر اسی طرح صدقہ میں بھی آپ دیکھیں کتنے مواقع، کتنی ورائٹی دی گئی, جس وقت جہاں جو موقع ہو وہاں انسان اسکے مطابق کرتا رہے۔ پھر جس کے پاس مال نہیں کیونکہ پھر انسان کے اندر وہ آتا ہے نا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں دینے کو میں کیا کروں فرمایا:

ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے، ہر تحمید صدقہ ہے۔ ہر تحلیل صدقہ ہے یعنی لا الہ الا اللہ پڑھنا صدقہ ہے،

نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا صدقہ ہے یعنی لوگوں کو دین کی طرف بلانا یہ بھی صدقہ کا کام ہے.

تمھارے لئے اور تمھارے ہر ایک کی شرم گاہ میں صدقہ ہے۔ یعنی وائف کا اپنے شوہر کی خواہش یا شوہر کا بیوی کی خواہش پوری کر دینا بھی صدقہ ہے یعنی بعض اوقات انسان کا دل تنگ ہوتا ہے کوئی بھی کام ہو جس میں انسان کی اپنی مرضی نہ ہو لیکن دوسرے کا بہت دل چاہ رہا ہو۔

کبھی آپ سے کوئی فرمائش کر دیتا ہے کہ مجھے یہ چیز بنا دیں کسی کی خوشی کی خاطر اپنا آرام قربان کر دینا یہ بھی صدقہ ہوتا ہے۔

تو یہ سب صدقات جب انسان اللہ کیلئے کرتا ہے بڑے سے بڑا کام، چھوٹے سے چھوٹا کام تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمارے دل دیکھتا ہے اور ہمارے عمل کو دیکھتا ہے کہ وہ کیسے کیا گیا۔

پھر اسی طرح طہارت کے مسائل میں بھی آسانی ہے۔

✷ عبداللہ بن ابی قیس کہتے ہیں کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا وتر کے بارے میں. پھر آگے حدیث بیان کی میں نے پوچھا آپ جنابت کی صورت میں کیا کرتے تھے؟ کیا سونے سے پہلے غسل فرماتے یا غسل سے پہلے سوتے؟

انھوں نے جواب دیا کہ آپ یہ سب کر لیتے۔ کبھی نہا کر سوتے اور کبھی وضو کر کے سو جاتے۔ میں نے کہا اللہ کا شکر ہے جس نے دین کے معاملے میں وسعت رکھی ہے۔

یعنی کام کرنے کے بتا دیئے پھر ٹائم بھی ایک مقرر۔

مثال کے طور پر آپ دیکھئے نماز کا ٹائم۔ ہر دو نمازوں کے بیچ میں کم از کم ایوریج ڈیڑھ گھنٹے کا وقفہ تو ہوتا ہی ہے مغرب اور عشاء کے بیچ میں یا عصر اور مغرب کے بیچ میں یہاں تو دن لمبے ہیں تو زیادہ وقت بھی مل جاتا ہے۔

یعنی اس میں کافی کھلا وقت ہوتا ہے نماز ادا کرنے کا۔ اسی طرح باقی کام کرنے کا بھی۔

سال میں ایک دفعہ زکوۃ دینی ہے یعنی پوراسال جو آرہاہے، جارہاہے کوئی زکوۃ نہیں۔لاکھوں آئے لاکھوں گئے کوئی زکوۃ نہیں اگر سال کے آخر میں کچھ نہیں بچا۔ کتنی سہولت ہے۔ہاں اگر جمع کر کر کے رکھتے ہو تو پھر تمھارے لئے ہی نہیں ہے سب کچھ اس میں اوروں کا بھی حصہ ہے۔

تو ہمارے دین میں بڑی وسعت ہے، بڑی خوبصورتی ہے۔اسکو پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدلله رب العلمین۔

حج وعمرے کی بڑی بات ہوئی ہے یہ ایک کارڈ ہے جو لوگ رمضان میں عمرے پر جارہے ہیں آپ کے دوست جان پہچان والے تو اس کو گلے میں ڈال کے ساتھ ساتھ ہر اسٹیپ کی دعائیں بھی ہیں اور کیا کیا کرنا ہے اس کے بعد پھر کیا کرنا ہے کیا کرنا ہے تو یہ بڑی سہولت کی چیز ہے آپ گفٹ کے طور پر بھی دے سکتے ہیں اس کو دوسروں کو اور اسی طرح یہ چھوٹی سی کتاب ہے عمرے کے بارے میں یہ بھی آپ دے سکتے ہیں۔

پارہ17اہم نکات

1. ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اس کے لیے ہماری تیاری کرنی چاہیئے۔
2. قیامت اور موت قریب ہے۔
3. موت ہر شخص کی قیامت ہے یعنی اس بڑی قیامت کا ہم سوچتے ہیں کہ دور ہے لیکن مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ جو مر گیا اسکی قیامت شروع ہو گئی۔